اَلصَّلٰوةُ

مُخُّ الْعِبَادَة

(نماز عبادت کا مغز ہے)

اَلصَّلوٰةُ

مُخُّ الْعِبَادَة

(نماز عبادت کا مغز ہے)

بنتِ معین

نام کتاب   الصلوٰۃ مُخ العبادہ

حدیث مبارکہ

حضرت جریر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسے اب تم چاند کو دیکھ رہے ہو اور تمہیں اس بارہ میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں لہٰذا تم صبح اور عصر کی نماز میں کوتاہی نہ کرو۔ (یعنی اگر تم اپنے رب کا دیدار بغیر کسی روک ٹوک کے کرنا چاہتے ہو تو صبح اور عصر کی نماز میں سُستی ہرگز نہ کرو۔)

صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ

ارشاد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

---مَکانیِ و الصَّا لِحُوُنَ اِخُوَانیِ وَ ذِکُرُ اللهِ مَا لِی وَ خَلُقُ اللهِ عَیَا لِی

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اوائل ہی سے بیت الزکر میرا مکان صالحین میرے بھائی یادِ الٰہی میری دولت ہے اور مخلوقِ خدا میرا عیال اور خاندان ہے۔

(تاریخِ احمدیت جلد اوّل ،ص53)

پیش لفظ

اللہ تبارک تعالیٰ کے فضل و احسان اور خلفائے کرام کی دعاؤں سے لجنہ اماءِ اللہ صد سالہ جشنِ تشکر کے سلسلے میں کم ازکم سَو کتب کی اشاعت کے پروگرام پر استقامت سے سرگرمِ عمل ہے۔زیرِ نظر کتاب الصلوٰۃ مُخ العبادہ ۔نماز عبادت کا مغز ہے،اس سلسلے کی بانوے ویں کڑی ہے۔فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

عرضِ حال

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

’’ اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کی راہ بہت دشوار گزار ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اُتارے تب تک وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مقبول نہیں ہوتا‘‘۔

(ملفوظات جلد 7،ص 29)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے پابندیٔ نماز کے بارے میں خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

’’ تم شجرۂ طیّبہ بنو ! تم وہ درخت بنو جو نہ صرف خوش شکل ہو بلکہ خوشبودار بھی ہو ...... پس چاہئے کہ تمہاری نمازیں ایسی خوشبودار ہوں، صدقہ و خیرات ایسا خوشبودار ہو کہ خود بخود دوسرے لوگ متاثر ہوتے چلے جائیں۔ جب تمہارے اندر یہ خوشبو پیدا ہوجائے گی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ بھاگ بھاگ کر تمہاری طرف آئیں گے اور تم لوگوں کو احمدیت کی طرف کھینچنے کا ذریعہ بن جاؤ گی‘‘۔ (الازھار لِذَواتِ الخُمار حصّہ اوّل،ص359)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے سے تم آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ گے تو یہ خیال غلط ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک زمین پر تم خدا کی عبادت کو قائم نہیں کرو گے آسمان پر تم نجات یافتہ نہیں لکھے جاؤ گے اس لیے زمین پر عبادتوں کو قائم کرو''۔

(خطبہ جمعہ 17 جون 1988ء از الفضل 19 اپریل 2004)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز فرماتے ہیں:

نمازیں نیکی کا بیج ہیں پس نیکی کے اس بیج کو ہمیں اپنے دلوں میں اس حفاظت سے لگانا ہوگا اور اس کی پرورش کرنی ہوگی کہ کوئی موسمی اثر اس کو ضائع نہ کر سکے۔اگر ان نمازوں کی حفاظت نہ کی تو جس طرح کھیت کی جڑی بوٹیاں فصل کو دبا دیتی ہیں یہ بدیاں بھی پھر نیکیوں کو دبا دیں گی۔پس ہمارا کام یہ ہے کہ اپنی نمازوں کی اس طرح حفاظت کریں اور انہیں مضبوط جڑوں پر قائم کردیں کہ پھر یہ شجر سایہ دار بن کر ،ایسا درخت بن کر جو سایہ دار بھی ہو اور پھل پھول بھی دیتا ہو، ہر برائی سے ہماری حفاظت کرے۔پس پہلے نمازوں کے قیام کی کوشش ہوگی۔پھر نمازیں ہمیں نیکیوں پر قائم کرنے کا ذریعہ بنیں

گی ۔اور حضرت مسیح موعود نے ایک احمدی کی شناخت یہی بتائی ہے۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس فرمودہ 15 فروری 2008)

یہ کتاب میں اپنے والد مرحوم مکرم پیر معین الدین صاحب کے نام کرتی ہوں جنہیں ایک لگن تھی کہ اُن کی اولاد عِلمی میدان میں آگے آئے۔ وہ ہر چند ہمیں شوق دلاتے اور جب بھی سلسلہ کی کوئی کتاب چھپتی تو ہمیں خرید کر ضرور بھجواتے تا کہ مطالعہ کا شوق بڑھتا رہے۔

انھوں نے ہی مجھے توجہ دلائی کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسین الفاظ جو انھوں نے نماز کے بارے میں فرمائے اکٹھے کرو۔ سو یہ کام میں نے شروع کیا اور کوشش کی کہ آپؑ کی تحریر میں سے اس موضوع پر کوئی بات رہ نہ جائے۔ آپؑ کی تحریر کا ایک ایک لفظ اس قدر پرکشش ہے اور دل موہ لینے والا ہے کہ ایک لائن بھی چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا مگر کتاب کی طوالت کے باعث کچھ اقتباسات کو مکمل طور پر درج نہیں کر سکی۔

خدا کرے کہ اس کتاب کو پڑھ کر مجھ میں بھی اور ہر پڑھنے والے میں بھی ایک خوبصورت تبدیلی رونما ہو اور نماز کا ذوق اور لطف دوبالا ہوجائے اور ہم میں سے ہر ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اُن کے تمام خلفاء کی اُمیدوں پر پورا

اُترنے والا ہو۔ کتاب کا نام **مُخُّ الْعِبَادَۃ** بھی میرے والد صاحب نے ہی تجویز کیا تھا۔ اُن کے لیے دُعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اُن کی اولاد کو دین کا سچّا خادم بنادے کہ یہی اُن کی خواہش تھی۔

حدیث نبویؐ ہے کہ "من لم یشکر الناس لا یشکر اللّٰہ" یعنی جو بندوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔ سو اس کتاب کے لکھنے میں مجھے

کی بے حد مدد مِی خدا تعالیٰ اِن تینوں کو بے حد جزاء سے نوازے اور ہمیشہ خوش و خرم اور دین کی خدمت کرنے والی زندگیاں عطا فرمائے۔

کو بھی دُعاؤں میں یاد رکھیں جنھوں نے پروف ریڈنگ میں بہت مدد کی۔

دُعاؤں کی طلب گار

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	باب I	
1	نماز کیا ہے؟	19
2	نماز دراصل رب العزۃ سے دُعا ہے	22
	باب II	
1	نماز کی حقیقت اورغرض و غایت	23
2	نماز اصل میں دُعا ہے	27
	بابIII	
1	حقیقی نماز	29
2	سچّی نماز	32
	باب IV	
1	نماز پڑھنے کا طریق	34
2	ارکانِ نماز کی حقیقت	35
3	فضائل نماز	37
4	عبودیت و ربوبیت کا تعلق	38
5	سچّا ایمان	39
6	نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو	39
7	نماز کے لیے طبعی جوش اور ذاتی محبت	40
8	پابندیٔ نماز	40
9	سچّی نماز ایماندار ہونے کی علامت ہے	41
10	صحابہ کرام کی نمازیں	42
11	نماز کو سنوار کر ادا کرو	43
12	نمازوں کو خوف اور حضور سے ادا کرو	45

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
13	نماز سے متعلق اہم امُور	46
	باب V	
1	اوقات نماز اور اِن کی حکمت	47
2	پنجگانہ نمازوں کی حکمت	50
3	نماز کے اوقات روحانی حالتوں کی ایک عکسی تصویر ہے	54
	باب VI	
1	نماز کا فائدہ نمازی کو ہے خدا تو بے نیاز ہے	57
	باب VII	
1	نماز کی اہمیت	60
	باب VIII	
1	انسانی پیدائش کی غرض	63
	باب IX	
1	حقیقی نماز کے فوائد	65
2	برکات نماز کا حصول	66
3	نماز خداتعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے	67
4	نماز پروردگار تک لے جانے والی سواری ہے	69
5	قبولیت دُعا کی کنجی	70
6	برائیوں سے بچنے کے واسطے خداتعالیٰ سے دُعا کرو	71
7	خدائے پاک کو پانے کا طریق	74
8	پنجوقتہ نماز میں چار کمالات کے حصول کی دُعا	75
9	نفلی نمازیں اور خداتعالیٰ کے ساتھ سچّا تعلق	76
10	نوافل کی حقیقت	77

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
11	خوش قسمت بننے کا طریق.........نماز	78
12	قضاء و قدر بھی حق ہے اور دُعا کا فائدہ بھی حق	80
	باب X	
1	نماز اصل میں دُعا کے لیے ہے	81
2	نماز کو رسم اور عادت کے رنگ میں پڑھنا مفید نہیں	82
3	رسم اور چیز ہے اور صلوٰۃ اور چیز	85
	باب XI	
1	سورۃ الفاتحہ اور نماز	86
2	سورۃ الفاتحہ کا نماز میں پڑھنا لازمی ہے	88
3	دُعا میں سورۃ الفاتحہ کے تکرار کا اثر	89
4	سورۃ الفاتحہ ایک غیر محدود دُعا	90
5	فاتحہ کی سات آیات کی حکمت	91
6	سورۃ فاتحہ کی جامع تفسیر	92
	باب XII	
1	اقامتِ صلوٰۃ	93
2	تقویٰ کے تین مراتب	95
3	نماز میں سوزش	95
4	نماز میں وساوس کا علاج	97
5	اقامتِ صلوٰۃ سے اگلا درجہ	99
	باب XIII	
1	عبودیت اور ربوبیت کے رشتہ کی حقیقت	102

نمبرشمار	مندرجات	صفحہ نمبر
2	غیراللہ کیطرف رجوع	105
3	نماز بہترین معلّم ہے	108
4	خداتعالیٰ کے ساتھ وفاداری کا تعلق قائم کرو	109
5	اصل نماز وہ ہے جس میں خدا کو دیکھتا ہے	110
6	نماز بھی وہی پڑھتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نماز پڑھاوے	111
	باب XIV	
1	بہترین وظیفہ	113
2	ایک سوال کا جواب	114
3	نماز تعویذ ہے	117
	باب XV	
1	نماز کا خلاصہ	118
2	مقصود زندگی یادِ خدا ہے	119
3	سب سے افضل عبادت	122
	باب XVI	
1	عبادات میں جسم اور روح کی شمولیت ضروری ہے	124
2	نماز میں جسمانی حالتوں کا اثر روحانی حالت پر پڑتا ہے	127
	باب XVII	
1	نماز میں لذّت نہ آنے کی وجہ	129
2	نماز میں لذّت نہ آنے کا علاج	130
3	نماز میں لذّت حاصل کرنے کے لیے کثرتِ نماز، دُعا کی ضرورت ہے	133

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
4	نماز میں لذّت اور ذوق حاصل کرنے کی دُعا	135
5	نماز کی لذّت اور سُرور	136
6	عبادت ٹیکس نہیں ہے	138
7	نماز کا مغز دُعا ہے	138
8	نماز میں وساوس پیدا ہونے کی وجہ	142
9	نماز میں بے حضوری کا علاج	144
10	نماز میں حضور اور لذّت پیدا کرنے کا طریق	144
	باب XVIII	
1	عبادات میں لذّت اور راحت	146
2	عبادات میں تکلیف برداشت کرنے کی حقیقت	147
3	مقام صالحیّت	149
4	نماز میں لذّت کے حصول کی شرائط	150
5	نماز اور استغفار دل کی غفلت کا علاج ہیں	151
6	نماز میں سُستی دور کرنے کا علاج	152
7	استغفار۔ قبض کا علاج	153
8	قبض و بسط	154
9	معرفتِ الٰہی سے نماز میں ذوق پیدا ہوتا ہے	155
10	زاہدانہ زندگی کا معیار نماز ہے اور نماز میں دُعا اور تضرع کا قاعدہ	157
11	رقتّ کی لذّت	158
12	خلوت میں عبادت اور دُعا کا لطف	159

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	باب XIX	
1	مجرد خشوع و گریہ و زاری تعلق باللہ کی علامت نہیں	160
2	خشوع کی حالت اُسوقت تک خطرہ سے خالی نہیں جب تک رحیم خدا سے تعلق نہ پکڑے	161
3	لغویات سے کنارہ کشی تعلق باللہ پر دلیل ہے	163
4	توحید کے عملی اقرار کا نام ہی نماز ہے	165
5	نماز تدّبر سے پڑھو	166
6	خدا کی محبت کی یاد کا دوسرا نام نماز ہے	168
	باب XX	
1	ایمان کی جڑ نماز ہے	174
2	کاملین کا نمونہ	175
3	نماز بھی اضطرابی حالت کو ظاہر کرتی ہے	176
4	صلوٰۃ اور دُعا میں فرق	177
5	نماز گناہوں سے بچنے کا آلہ ہے	178
6	نماز یا دُعا کو ایک کارِ ثواب سے زیادہ نہ سمجھنا غلطی ہے	179
7	ریاء	180
8	وضو اور نماز	181
9	سعادتوں کی کُنجی	182
10	سچّی محبت	183
11	نماز کی روزہ پر فضیلت	183

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	باب XXI	
1	دعا کے آداب	184
2	نماز اور دُعا کا حق	187
3	عاجزی	189
4	دُعا کے لوازمات	191
5	گریہ وزاری	192
	باب XXII	
1	نماز عربی زبان میں پڑھنی چاہیے	194
2	عربی کے بجائے اپنی زبان میں نماز پڑھنا درست نہیں	194
	باب XXIII	
1	اپنی زبان میں دُعا	196
2	اپنی زبان میں دُعا کرنے کی حکمت	202
3	دعاؤں کی اہمیت	203
4	مادری زبان میں نماز اور دُعائیں	205
5	دُعا میں صرف عربی زبان کے پابند نہ رہو	207
6	مسنون ادعیہ کے علاوہ باقی دُعائیں اپنی زبان میں پڑھو	208
7	نماز کو صرف جنتر منتر کی طرح نہ پڑھو	209
8	نماز کے اندر ہر موقع پر دعا کی جا سکتی ہے	212
9	دُعا سے خالی نماز	213
10	نماز کے بعد دُعا	214
11	جماعت کو نصیحت	215

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار

دوسرا حصّہ
مسائل فقّہ

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
218	سفر کی تعریف	1
219	سفر میں نمازوں کا قصر	2
220	مرکز میں نمازوں کا قصر	3
222	مسیح موعودؑ کی خاطر نمازیں جمع کیے جانے کی پیشگوئی	4
223	مسیح موعودؑ کے لیے نمازیں جمع کی جائیں گی	5
225	مسیح موعودؑ کے ساتھ جلالی و جمالی اجتماع وابستہ ہیں	6
231	نماز کا اخلاص سے تعلق	7
231	غیروں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی حکمت	8
232	غیروں کے پیچھے نماز	9
238	غیروں کی مساجد میں نماز	10
238	مخالف سے حُسنِ معاشرت	11
239	مصدّق کے پیچھے نماز	12
240	نماز باجماعت کی اہمیت	13
241	فاتحہ خلف الامام	14
243	اذان کے وقت کوئی اور نیکی کا کام کرنا	15
243	پیشہ وَر نماز پڑھانے والے کے پیچھے نماز درست نہیں	16
243	تنخواہ دار امام الصلوٰۃ	17
244	نمازِ جمعہ کے لیے تین آدمی ہونا ضروری ہیں	18
245	احتیاطی نماز	19
245	تصویر اور نماز	20

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
21	التحیات میں انگشتِ سبابہ اُٹھانے کی حکمت	246
22	کیا کسی مقام پر نماز ساقط ہو جاتی ہے	247
23	کچہری کی مسجد میں نماز	248
24	حق کی چارہ جوئی	248
25	قضاء عمری	249
26	رفع یدین	249
27	وتر	251
28	نماز کے بارے میں چند فقہی مسائل	251
29	نمازِ ظہر کے بارے میں حضورؐ کا طریق	253
30	کسی اہم کام کے لیے نماز توڑنا	253
31	نماز میں امام	255
32	ایک مسجد میں دو جمعے	255
33	غلطی سے امام سے پہلے سلام پھیر دیا	256
34	قضاء نماز	257
35	تعداد رکعات	258
36	نماز کے بعد تسبیح	259
37	تہجد کی نماز کا طریق	261
38	تہجد کی تاکید	262
39	نماز کے آخر میں السلام علیکم کہنے کی حکمت	263
40	نماز تراویح	264
41	امام الصلوٰۃ کے لیے ہدایت	265
42	قیام کی حالت میں حسناتِ دارین کی دعا	265
43	بہترین دعا	266
44	مساجد کی اصل زینت	266

باب I

نماز کیا ہے؟

یہی کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا

نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں نماز معاف فرمادی جاوے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں مویشی وغیرہ کے سبب سے کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا اور نہ ہمیں فرصت ہوتی ہے تو آپؐ نے اُس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو کہ جب نماز نہیں تو ہے ہی کیا؟ وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا اور اُسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اُس کی عظمت اور اُس کے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلّت اور فروتنی سے اُس کے آگے سجدہ میں گر جانا اُس سے اپنی حاجات کا مانگنا یہی نماز ہے۔ ایک سائل کی طرح کبھی اُس مسئول کی

تعریف کرنا کہ تُو ایسا ہے تُو ایسا ہے،اُس کی عظمت اور جلال کا اظہار کر کے اُس کی رحمت کو جنبش دلانا اور پھر اس سے مانگنا۔ پس جس دین میں یہ نہیں وہ دین ہی کیا ہے۔

انسان ہر وقت محتاج ہے کہ اُس سے اس کی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اُس کے فضل کا اُسی سے خواستگار ہو کیونکہ اُسی کی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جاسکتا ہے۔ اے خدا ! ہم کو توفیق دے کہ ہم تیرے ہوجائیں اور تیری رضا پر کاربند ہو کر تجھے راضی کرلیں خدا کی محبت اسی کا خوف اسی کی یاد دل میں لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے پھر جو شخص نماز ہی سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے اس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا۔ وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا۔ یہ تو دین ہرگز نہیں یہ سیرتِ کفار ہے بلکہ 'جو دم غافل وہ دم کافر' والی بات بالکل راست اور صحیح ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ اُذْكُرُوْنِىْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْلِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ یعنی اے میرے بندو تم مجھے یاد کیا کرو اور میری یاد میں مصروف رہا کرو میں بھی تم کو نہ بُھولوں گا تمہارا خیال رکھوں گا اور میرا شکر کیا کرو میرے انعامات کی قدر کیا کرو اور کفر نہ کیا کرو۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذکرِ الٰہی کے ترک اور اُس سے

غفلت کا نام کُفر ہے۔ پس ’جو دَم غافل وہ دَم کافر‘ والی بات صاف ہے۔

یہ پانچ وقت تو خدا تعالیٰ نے بطور نمونہ کے مقرر فرمائے ہیں ورنہ خدا کی یاد میں تو ہر وقت دل کو لگا رہنا چاہیئے اور کبھی کسی وقت بھی غافل نہ ہونا چاہیئے۔ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اُسی کی یاد میں غرق ہونا بھی ایک ایسی صفت ہے کہ انسان اس سے انسان کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے اور خدا تعالیٰ پر کسی طرح کی اُمید اور بھروسہ کرنے کا حق رکھ سکتا ہے۔ اصل میں قاعدہ ہے کہ اگر انسان نے کسی خاص منزل پر پہنچنا ہے اُس کے واسطے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جتنی لمبی وہ منزل ہوگی اُتنا ہی زیادہ تیزی ،کوشش اور محنت اور دیر تک اُسے چلنا ہوگا۔ سو خدا تک پہنچنا بھی تو ایک منزل ہے اور اُس کا بُعد اور دوری بھی لمبی۔ پس جو شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے اور اُس کے دربار میں پہونچنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس کے واسطے نماز ایک گاڑی ہے جس پر سوار ہوکر وہ جلد تر پہنچ سکتا ہے اور جس نے نماز ترک کردی وہ کیا پہنچے گا۔

(تفسیر سورۃ البقرۃ،ص 51 ، 52)(ملفوظات جلد سوم،ص 189,188)

نماز دراصل رب العزة سے دُعا ہے

نماز کیا چیز ہے۔ نماز دراصل رب العزۃ سے دُعا ہے۔ جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مِل سکتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ اس پر اپنا فضل کرے گا اس وقت اسے حقیقی سرُ ور اور راحت مِلے گی۔ اس وقت سے اس کو نمازوں میں لذّت اور ذوق آنے لگے گا جسطرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے مزا آتا ہے اسی طرح پھر گریہ و بکا کی لذّت آئے گی اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہوجائے گی۔ اس سے پہلے جیسے کڑوی دوا کو کھاتا ہے تاکہ صحت حاصل ہو۔ اسی طرح بے ذوقی نماز کو پڑھنا اور دُعائیں مانگنا ضروری ہیں۔

(ملفوظات جلد دوم،ص 615، 616 الحکم جلد نمبر 7 تفسیر سورۃ البقرۃ)

باب II

نماز کی حقیقت اور غرض و غایت

[امراوّل لَآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰه پر سچا ایمان ہے اور اس کے مطابق عمل ہے۔ (ناقل)]

دوسرا امر نماز ہے جس کی پابندی کے لیے بار بار قرآن شریف میں کہا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ اسی قرآن مجید میں ان مُصلیوں پر لعنت کی ہے جو نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور اپنے بھائیوں سے بخل کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کے حضور ایک سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی بدیوں اور بدکاریوں سے محفوظ کردے۔ انسان درد اور فرقت میں پڑا ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قرب اسے حاصل ہو۔ جس سے وہ اطمینان اور سکینت اُسے ملے جو نجات کا نتیجہ ہے۔ مگر یہ بات اپنی کسی چالاکی یا خوبی سے نہیں مل سکتی جب تک خدا نہ بلاوے یہ جا نہیں سکتا جب تک وہ پاک نہ کرے یہ پاک نہیں ہوسکتا۔ بہتیرے لوگ اس بات پر گواہ ہیں کہ بارہا یہ جوش طبیعتوں میں پیدا ہوتا ہے کہ فلاں گناہ دور ہوجاوے جس میں

وہ مبتلا ہیں لیکن ہزار کوشش کریں دور نہیں ہوتا باوجودیکہ نفسِ لوّامہ ملامت کرتا ہے لیکن پھر بھی لغزش ہوجاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سے پاک کرنا خدا تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ اپنی طاقت سے کوئی نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس کے لیے سعی کرنا ضروری امر ہے۔

غرض وہ اندر جو گناہوں سے بھرا ہوا ہے اور جو خدا کی معرفت اور قُرب سے دور جا پڑا ہے اس کو پاک کرنے اور دور سے قریب کرنے کے لیے نماز ہے۔ اس ذریعہ سے ان بدیوں کو دور کیا جاتا ہے اور اس کی بجائے پاک جذبات بھر دیے جاتے ہیں۔ یہی سِرّ ہے جو کہا گیا کہ نماز بدیوں کو دور کرتی ہے یا نماز فحشاء یا منکر سے روکتی ہے۔

پھر نماز کیا ہے؟ یہ ایک دُعا ہے جس میں پورا درد اور سوزش ہو اسی لیے اس کا نام صلوٰۃ ہے کیونکہ سوزش اور فرقت اور درد سے طلب کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بد ارادوں اور بُرے جذبات کو اندر سے دُور کردے اور پاک محبت اس کی جگہ اپنے فیض عام کے ماتحت پیدا کردے۔

صلوٰۃ کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نِرے الفاظ اور دُعا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ضروری ہے کہ ایک

سوزش، رقّت اور درد ساتھ ہو۔ خدا تعالیٰ کسی دُعا کو نہیں سُنتا جب تک دُعا کرنے والا موت تک نہ پہنچ جاوے۔ دُعا مانگنا ایک مشکل اَمر ہے۔ اور لوگ اس کی حقیقت سے محض ناواقف ہیں۔ بہت سے لوگ مجھے خط لکھتے ہیں کہ ہم نے فلاں وقت فلاں اَمر کے لیے دُعا کی تھی مگر اسکا اثر نہ ہوا۔ اور اس طرح پر وہ خدا تعالیٰ سے بدظنی کرتے ہیں۔ اور مایوس ہوکر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ جب تک دُعا کے لوازم ساتھ نہ ہوں وہ دُعا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

دُعا کے لوازم میں سے یہ ہے کہ دل پگھل جاوے اور روح پانی کی طرح حضرتِ احدیّت کے ساتھ آستانہ پر گرے اور ایک کرب اور اضطراب اس میں پیدا ہو اور ساتھ ہی انسان بے صبر اور جلد باز نہ ہو بلکہ صبر اور استقامت کے ساتھ دُعا میں لگا رہے پھر توقع کی جاتی ہے کہ وہ دُعا قبول ہوگی۔

نماز بڑی اعلیٰ درجہ کی دُعا ہے مگر افسوس لوگ اس کی قدر نہیں جانتے اور اس کی حقیقت صرف اتنی ہی سمجھتے ہیں کہ رسمی طور پر قیام ،رکوع ،سجود کرلیا اور چند فقرے طوطے کی طرح رٹ لیے خواہ اسے سمجھیں نہ سمجھیں۔ ایک اور افسوس ناک اَمر پیدا ہوگیا ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے ہی مسلمان نماز کی حقیقت سے

ناواقف تھے اور اس پر توجہ نہیں کرتے تھے۔ اس پر بہت سے فرقے ایسے پیدا ہوگئے جنہوں نے نماز کی پابندیوں کو اُڑا کر اس کی جگہ چند وظیفے اور وِرد قرار دے دیے کوئی نوشاہی ہے کوئی چشتی ہے کوئی کچھ کوئی کچھ۔ یہ لوگ اندرونی طور پر اسلام اور احکام الٰہی پر حملہ کرتے ہیں اور شریعت کی پابندیوں کو توڑ کر ایک نئی شریعت قائم کرتے ہیں یقیناً یاد رکھو کہ ہمیں اور ہر ایک طالب حق کو نماز ایسی نعمت کے ہوتے ہوئے کسی اور بدعت کی ضرورت نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ جب کسی تکلیف یا ابتلا کو دیکھتے تو فوراً نماز میں کھڑے ہوجاتے تھے اور ہمارا اپنا اور ان راستبازوں کا جو پہلے ہوگزرے ہیں ان سب کا تجربہ ہے کہ

" نماز سے بڑھ کر خدا کی طرف لے جانے والی کوئی چیز نہیں"

جب انسان قیام کرتا ہے تو وہ ایک ادب کا طریق اختیار کرتا ہے۔ ایک غلام جب اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ دست بستہ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر رکوع بھی ادب ہے جو قیام سے بڑھ کر ہے اور سجدہ ادب کا انتہائی مقام ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو فنا کی حالت میں ڈال دیتا ہے اس وقت سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ افسوس ان نادانوں اور دنیا پرستوں

پر جو نماز کی ترمیم کرنا چاہتے ہیں اور رکوع اور سجود پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ تو کمال درجہ کی خوبی کی باتیں ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب انسان اس عالم سے حصّہ نہ لے جس سے نماز اپنی حدتک پہنچتی ہے تب تک انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں مگر جس شخص کا یقین خدا پر نہیں وہ نماز پر کسطرح یقین کرسکتا ہے۔ نماز ایسی چیز ہے جو جامع حسنات ہے اور دافع سیئات ہے۔ میں نے پہلے بھی کئی مرتبہ بیان کیا ہے کہ نماز کے جو پانچ وقت مقرر کیے ہیں اس میں ایک حقیقت اور حکمت ہے۔نماز اس لیے ہے کہ جس عذاب شدید میں پڑنے والا مبتلا ہے وہ اس سے نجات پالیوے۔

(ملفوظات جلد پنجم،ص 92 تا 94)

نماز اصل میں دُعا ہے

نماز اصل میں دُعا ہے۔ نماز کا ایک ایک لفظ جو بولتا ہے وہ نشانہ دُعا کا ہوتا ہے۔ اگر نماز میں دل نہ لگے تو پھر عذاب کے لیے تیار رہے، کیونکہ جو شخص دُعا نہیں کرتا وہ سوائے اس کے کہ ہلاکت کے نزدیک خود جاتا ہے اور کیا ہے۔ ایک حاکم ہے جو بار بار اس اَمر کی نِدا کرتا ہے کہ میں دُکھیاروں کا

دُکھ اُٹھاتا ہوں۔ مشکل والوں کی مشکل حل کرتا ہوں۔ میں بہت رحم کرتا ہوں۔ بے کسوں کی مدد کرتا ہوں۔ لیکن ایک شخص جو کہ مشکل میں مبتلا ہے اس کے پاس سے گذرتا ہے اور اسکی نِدا کی پرواہ نہیں کرتا نہ اپنی مشکل کا بیان کر کے طلب امداد کرتا ہے تو سوائے اس کے کہ وہ تباہ ہو اور کیا ہوگا۔ یہی حال خدا تعالیٰ کا ہے کہ وہ تو ہر وقت انسان کو آرام دینے کے لیے تیار ہے۔ بشرطیکہ کوئی اس سے درخواست کرے، **قبولیت دُعا کے لیے ضروری ہے کہ نافرمانی سے باز رہے اور دُعا بڑے زور سے کرے۔ کیونکہ پتھر پر پتھر زور سے پڑتا ہے تب آگ پیدا ہوتی ہے۔**

(ملفوظات جلد چہارم، ص 54)

باب III

حقیقی نماز

یاد رکھو یہ نماز ایسی چیز ہے کہ اس سے دنیا بھی سنور جاتی ہے اور دین بھی لیکن اکثر لوگ جو نماز پڑھتے ہیں تو وہ نماز ان پر لعنت بھیجتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون: 5,6)

یعنی لعنت ہے ان نمازیوں پر جو نماز کی حقیقت سے ہی بے خبر ہوتے ہیں۔

نماز تو وہ چیز ہے کہ انسان اس کے پڑھنے سے ہر ایک طرح کی بدعملی اور بے حیائی سے بچایا جاتا ہے مگر جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں اس طرح کی نماز پڑھنی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اور یہ طریق خدا کی مدد اور استعانت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اور جب تک انسان دُعاؤں میں نہ لگا رہے اسطرح کا خشوع اور خضوع پیدا نہیں ہوسکتا اس لیے چاہئے کہ تمہارا دن اور تمہاری رات، غرض کوئی گھڑی دُعاؤں سے خالی نہ ہو۔ (ملفوظات جلد پنجم، ص403)

☆ سوتم نمازوں کو سنوارو اور خدا تعالیٰ کے احکام کو اس کے فرمودہ کے بموجب کرو۔ اسکی نواہی سے بچے رہو اس کے ذکر اور یاد میں لگے رہو دُعا کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھو اپنی نماز میں جہاں جہاں رکوع و سجود میں دُعا کا موقع ہے دُعا کرو اور غفلت کی نماز کو ترک کردو۔ رسمی نماز کچھ ثمرات مترتب نہیں لاتی اور نہ وہ قبولیت کے لائق ہے نماز وہی ہے کہ کھڑے ہونے سے سلام پھیرنے کے وقت تک پورے خشوع وخضوع اور حضُورِ قلب سے ادا کی جاوے اور عاجزی اور فروتنی اور انکساری اور گریہ و زاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح ادا کی جاوے کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم ازکم یہ تو ہو کہ وہی تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس طرح کمال ادب اور محبت اور خوف سے بھری ہوئی نماز ادا کرو۔

(ملفوظات جلد سوم،ص 176، 177)

☆ جب تک وفاداری اور صدق نہ ہو بے وفا آدمی کتے کی طرح ہے جو مُردار دنیا پر گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ بظاہر نیک بھی نظر آتے ہوں گے لیکن افعالِ ضمیمہ ان میں پائے جاتے ہیں اور پوشیدہ بدچلنیاں ان میں پائی جاتی ہیں جو

نمازیں ریاکاری سے بھری ہوئی ہوں ان نمازوں کا ہم کیا کریں اور اُن سے کیا فائدہ ؟

البدر میں ہے:

''اگر ان کی آرزوئیں اور مُرادیں پوری ہوتی رہیں تو وہ خدا کو مانتے رہیں گے اور اگر پوری نہ ہوں تو پھر اس سے ناراض اور شکایت کا دفتر کھلا ہوا ہے تو جن کی یہ حالت ہے اور ان میں صدق و صفا نہیں ہے خدا ان کی نمازوں کا کیا کرے وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہرگز نمازی نہیں ہیں اور ان کی نمازیں سوائے اس کے کہ زمین پر ٹکریں ماریں اور کچھ حکم نہیں رکھتیں''

(ملفوظات جلد سوم، ص 501)
(البدر حاشیہ جلد 3 ، ص 3 مئورخہ 16 جنوری 1904ء)

☆ نماز اس وقت حقیقی نماز کہلاتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ سے سچّا اور پاک تعلق ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اطاعت میں اس حد تک فنا ہو اور یہاں تک دین کو دنیا پر مقدم کرے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان تک دے دینے اور مرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ جب یہ حالت انسان میں پیدا ہو جائے اسوقت کہا جائیگا کہ اس کی نماز نماز ہے۔ مگر جب تک یہ حقیقت انسان کے اندر پیدا

نہیں ہوتی اور سچّے اخلاص اور وفاداری کا نمونہ نہیں دِکھلاتا اسوقت تک اس کی نمازیں اور دوسرے اعمال بے اثر ہیں۔

(تفسیر سورۃ البقرۃ ،ص49)
(ملفوظات جلدسوم،ص 501)

سچّی نماز

اس مقام پر انسان کی رُوح جب ہمہ نیستی ہوجاتی ہے تو وہ خدا کی طرف ایک چشمہ کی طرح بہتی ہے۔ اور ماسویٰ اللہ سے اُسے انقطاعِ تام ہوجاتا ہے۔ اُس وقت خدائے تعالیٰ کی محبت اس پر گرتی ہے۔ اس اتصال کے وقت ان دوجوشوں سے جو اوپر کی طرف سے ربوبیت کا جوش اور نیچے کی طرف سے عبودیت کا جوش ہوتا ہے۔ ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کا نام صلوٰۃ ہے پس یہی وہ صلوٰۃ ہے جو سیئات کو بھسم کرجاتی ہے اور اپنی جگہ ایک نُور اور چمک چھوڑ دیتی ہے جو سالک کو راستہ کے خطرات اور مشکلات کے وقت ایک منور شمع کا کام دیتی ہے اور ہر قسم کے خس و خاشاک اور ٹھوکر کے پتھروں اور خاروخس سے جو اس کی راہ میں ہوتی ہیں، آگاہ کرکے بچاتی ہے اور یہی وہ حالت ہے جبکہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ

وَالْمُنْکَر (العنکبوت 46) کا اِطلاق اس پر ہوتا ہے کیونکر اسکے ہاتھ میں نہیں اُسکے دِل میں ایک روشن چراغ رکھا ہوا ہوتا ہے اور یہ درجہ کامل تذلل، کامل نیستی اور فروتنی اور پوری اطاعت سے حاصل ہوتا ہے پھر گناہ کا خیال اُسے کیونکر آسکتا ہے اورانکاراس میں پیدا ہی نہیں ہوسکتا فحشاء کی طرف اس کی نظر اُٹھ ہی نہیں سکتی غرض ایک ایسی لذّت ایسا سُرور حاصل ہوتا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اُسے کیونکر بیان کروں۔

(ملفوظات جلد اوّل ،ص105)

باب IV

نماز پڑھنے کا طریق

ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

نماز پڑھو اور تدّبر سے پڑھو اور ادعیہ ماثورہ کے بعد اپنی زبان میں دُعائیں مانگنی مطلق حرام نہیں ہے۔ جب گدازش ہو تو سمجھو کہ مجھے موقع دیا گیا ہے۔ اسوقت کثرت سے مانگو اسقدر مانگو کہ اس نکتہ تک پہنچو کہ جس سے رقت پیدا ہو جاوے۔ یہ بات اختیاری نہیں ہوتی خدا تعالیٰ کی طرف سے ترشحات ہوتے ہیں۔ اس کوچہ میں اول انسان کو تکلیف ہوتی ہے مگر ایک دفعہ چاشنی معلوم ہوگی تو پھر سمجھے گا۔ جب اجنبیت جاتی رہے گی اور نظارہ قدرت الٰہی دیکھ لے گا تو پھر پیچھا نہ چھوڑے گا۔

قاعدہ کی بات ہے کہ تجربہ میں جب ایک دفعہ ایک بات تھوڑی سی آجاوے تو تحقیقات کیطرف انسان کی طبیعت میلان کرتی ہے۔ اصل میں سب لذات خدا تعالیٰ کی محبت میں ہیں۔

ملعون لوگ (یعنی جو خدا سے دُور ہیں) جو زندگی بسر

کرتے ہیں وہ کیا زندگی ہے؟ بادشاہ اور سلاطین کی کیا زندگیاں ہیں مثل بہائم کے ہیں۔ جب انسان مومن ہوتا ہے تو خود ان سے نفرت کرتا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم ،ص631)

ارکانِ نماز کی حقیقت

ارکانِ نماز دراصل روحانی نشست و برخاست ہیں۔ انسان کو خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑتا ہے اور قیام بھی آداب خدمت گاران میں سے ہے۔ رکوع جو دوسرا حصّہ ہے بتلاتا ہے کہ گویا تیاری ہے کہ وہ تعمیل حکم کو کس قدر گردن جُھکاتا ہے اور سجدہ کمالِ آداب اور کمال تذلّل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طُرق ہیں جو خداتعالیٰ نے بطور یادداشت کے مقرر کر دیے ہیں۔ اور جسم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطران کو مقرر کیا ہے ۔ علاوہ ازیں باطنی طریق کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی رکھ دیا ہے۔ اب اگر ظاہری طریق میں (جو اندرونی اور باطنی طریق کا ایک عکس ہے) صرف نقال کیطرح نقلیں اُتاری جاویں اور اسے ایک بارگراں سمجھ کر اُتار پھینکنے کی کوشش کی جاوے تو تم ہی

بتاؤ اس میں کیا لذّت اور حظ آ سکتا ہے ؟ اور جب تک لذّت اورسُرور نہ آئے اسکی حقیقت کیونکر مستحق ہوگی اور یہ اُسوقت ہوگا جبکہ رُوح بھی ہمہ نیستی اور تذلّل تام ہوکر آستانہ اُلوہیت پر گرے اور جو زبان بولتی ہے ، رُوح بھی بولے۔ اسوقت ایک سُرور اورنور اورتسکین حاصل ہوجاتی ہے۔ میں اس کو اور کھول کر لکھنا چاہتا ہوں کہ انسان جس قدر مراتب طے کرکے انسان ہوتا ہے یعنی کہاں نُطفہ بلکہ اس سے بھی پہلے نُطفہ کے اجزاء یعنی مختلف قسم کی اغذیہ اور اُن کی ساخت اور بناوٹ پھر نُطفہ کے بعد مختلف مدارج کے بعد بچہ پھر جوان۔ بوڑھا غرض اِن تمام عالموں میں جو اس پر مختلف اوقات میں گذرے ہیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا معترف ہو اور وہ نقشہ ہر آن اس کے ذہن میں کھنچا رہے۔تو بھی وہ اس قابل ہوسکتا ہے کہ ربوبیت کے مدِّ مقابل میں اپنی عبودیت کو ڈال دے۔

غرض مدعا یہ ہے کہ نماز میں لذّت اور سُرور بھی عبودیت اور ربوبیت کے ایک تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔ جب تک اپنے آپ کو عدَمِ محض یا مشابہ بِالعدم قرار دے کر جو ربوبیت کا ذاتی تقاضہ ہے نہ ڈال دے ۔اُس کا فیضان اور پرتَو اس پر نہیں پڑتا۔ اور اگر ایسا ہو تو پھر اعلیٰ درجہ کی لذّت حاصل ہوتی ہے

جس سے بڑھ کر کوئی حظّ نہیں ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل ،ص 104 تا 105)

فضائل نماز

نماز خدا کا حق ہے اُسے خوب ادا کرو۔ اور خدا کے دشمن سے مداہنہ کی زندگی نہ برتو۔ وفا اور صدق کا خیال رکھو۔ اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو۔ وہ کافر اور منافق ہیں جو کہ نماز کو منحوس کہتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں کہ نماز کے شروع کرنے سے ہمارا فلاں نقصان ہوا ہے۔ نماز ہرگز خدا کے غضب کا ذریعہ نہیں ہے۔ جو اُسے منحوس کہتے ہیں اُن کے اندر خود زہر ہے جیسے بیمار کو شیرینی کڑوی لگتی ہے۔ ویسے ہی اُن کو نماز کا مزا نہیں آتا۔ یہ دین کو درُست کرتی ہے اخلاق کو درُست کرتی ہے ۔ دُنیا کو درست کرتی ہے۔ **نماز کا مزا دنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے۔** لذّات جسمانی کے لیے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں اور پھر ان کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں۔

اور یہ مُفت کا بہشت ہے۔جو اُسے ملتا ہے۔ قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے۔ ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذّت ہے۔

(ملفوظات جلد سوم ،ص591، 592)

عبودیت و ربوبیت کا تعلق

نماز خوانخواہ کا ٹیکس نہیں ہے بلکہ عبودیت کو ربوبیت سے ایک ابدی تعلق اور کشش ہے۔ اس رشتہ کو قائم رکھنے کے لیے خدا تعالیٰ نے نماز بنائی ہے اور اس میں ایک لذت رکھ دی ہے۔ جس سے یہ تعلق قائم رہتا ہے۔ جیسے لڑکے اور لڑکی کی جب شادی ہوتی ہے۔ اگر ان کے ملاپ میں ایک لذّت نہ ہو تو فساد ہوتا ہے ایسے ہی اگر نماز میں لذّت نہ ہوتو وہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔

دروازہ بند کر کے دُعا کرنی چاہیئے کہ وہ رشتہ قائم رہے۔ اور لذّت پیدا ہو۔ جو تعلق عبودیت کا ربوبیت سے ہے وہ بہت گہرا اور انوار سے پُر ہے جس کی تفصیل نہیں ہوسکتی۔ جب وہ نہیں ہے تب تک انسان بہائم ہے۔ اگر دو چار دفعہ بھی لذّت محسوس ہو جائے تو اس چاشنی کا حصہ مل گیا،لیکن جسے دو چار دفعہ بھی نہ ملا وہ اندھا ہے۔

مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى

(بنی اسرائیل : 73)

آئندہ کے سب وعدے اسی سے وابستہ ہیں اِن باتوں

کوفرض جان کر ہم نے بتلا دیا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم، ص591 تا 592)

سچّا ایمان

انسان کی خدا ترسی کا اندازہ کرنے کے لیے اُس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اسکو نماز سے روک نہیں سکتیں وہ بیشک خدائے تعالیٰ پر ایک سچّا ایمان رکھتا ہے مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا۔ دولتمند اس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔

(ازالہء اوہام حصّہ دوم، روحانی خزائن جلد ۳،ص540)

نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو

نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو۔ بعض لوگ صرف ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں۔ یہاں تک کہ پیغمبروں تک کو معاف نہیں ہوئیں۔ایک حدیث میں آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک

نئ جماعت آئی۔ انھوں نے نماز کی معافی چاہی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس مذہب میں عمل نہیں وہ مذہب کچھ نہیں، اس لیے اس بات کو خوب یاد رکھو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اپنے عمل کرو۔

(ملفوظات جلد اوّل، ص172)

نماز کے لیے طبعی جوش اور ذاتی محبت

نماز کے متعلق جس زاید ہدایت کا وعدہ ہے وہ یہی ہے کہ اسقدر طبعی جوش اور ذاتی محبت اور خشوع اور کامل حضور میسّر آجائے کہ انسان کی آنکھ اپنے محبوب حقیقی کے دیکھنے کے لیے کُھل جائے اور ایک خارق عادت کیفیت مشاہدہ جمال باری کی میسّر آجائے جو لذّات رُوحانیہ سے سراسر معمور ہو اور دنیوی رذایل اور انواع و اقسام کے معاصی قولی اور فعلی اور بصری اور سماعی سے دل کو متنفر کردے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡ هِبۡنَ السَّیِّاٰت

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد۲۲، ص139)

پابندئ نماز

دنیا اور اس کے اغراض و مقاصد کو بالکل الگ

رکھو........... اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب انسان مومن کامل بنتا ہے تو وہ اُس کے اور اُس کے غیر میں فرق رکھ دیتا ہے اس لیے پہلے مومن بنو اور یہ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ بیعت کی خالص اغراض کے ساتھ جو خدا ترسی اور تقویٰ پر مبنی ہیں دنیا کے اغراض کو ہرگز نہ مِلاؤ۔ نمازوں کی پابندی کرو۔ اور توبہ واستغفار میں مصروف رہو۔ نوعِ انسان کے حقوق کی حفاظت کرو اور کسی کو دُکھ نہ دو راستبازی اور پاکیزگی میں ترقی کرو تو اللہ تعالیٰ ہر قسم کا فضل کردے گا۔ **عورتوں کو بھی اپنے گھروں میں نصیحت کرو کہ وہ نماز کی پابندی کریں اور ان کو گلہ، شکوہ اور غیبت سے روکو پاکبازی اور راستبازی ان کو سکھاؤ۔ ہماری طرف سے صرف سمجھانا شرط ہے اس پر عمل درآمد کرنا تمہارا کام ہے۔**

(ملفوظات جلد سوم، ص 434)

سچّی نماز ایماندار ہونے کی علامت ہے

......نماز میں پکّے رہو۔ جو مسلمان ہوکر نماز نہیں ادا کرتا ہے وہ بے ایمان ہے۔ اگر وہ نماز ادا نہیں کرتا تو بتلاؤ ایک ہندو میں اور اس میں کیا فرق ہے؟ زمینداروں کا دستور ہے کہ ذرا ذرا سے عذر پر نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ کپڑے (کے میلا

ہونے) کا بہانہ کرتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اور کپڑے نہ ہوں تو اسی میں نماز پڑھ لے اور جب دوسرا کپڑا مل جاوے تو اس کو بدل دے۔ اسی طرح اگر غسل کرنے کی ضرورت ہو اور بیمار ہو تو تیمّم کرلے۔ خدا نے ہر ایک قسم کی آسانی کردی ہے تاکہ قیامت میں کسی کو عذر نہ ہو۔

اب ہم مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ شطرنج گنجفہ وغیرہ بیہودہ باتوں میں وقت گذارتے ہیں۔ ان کو یہ خیال تک نہیں آتا کہ ہم ایک گھنٹہ نماز میں گذاردیں گے تو کیا حرج ہوگا؟ سچّے آدمی کو خدا مصیبت سے بچاتا ہے اگر پتھر بھی برسیں تو بھی اُسے ضرور بچاوے گا۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سچّے اور جھوٹے میں کیا فرق ہوسکتا ہے؟ لیکن یاد رکھو کہ صرف ٹکریں مارنے سے خدا راضی نہیں ہوتا ۔ کیا دُنیا اور کیا دین میں جب تک پوری بات نہ ہو فائدہ نہیں ہوا کرتا۔

(ملفوظات جلد سوم،ص 138)

صحابہؓ کرام کی نمازیں

.... یہ نماز جو تم لوگ پڑھتے ہو صحابہ بھی یہی نماز

پڑھا کرتے تھے۔ اور ایسی نماز سے انھوں نے بڑے بڑے روحانی فائدے اور بڑے بڑے مدارج حاصل کیے تھے۔ فرق صرف حضور اور خلوص کا ہی ہے۔ اگر تم میں بھی وہی اخلاص صدق و وفا اور استقلال ہو تو اسی نماز سے اب بھی وہی مدارج حاصل کرسکتے ہو جو تم سے پہلوں نے حاصل کیے تھے چاہئے کہ خدا کی راہ میں دُکھ اُٹھانے کے لیے ہر وقت تیار رہو۔ یاد رکھو جب اخلاص اور صدق سے کوشش نہیں کروگے کچھ نہیں بنے گا بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ یہاں سے تو بیعت کرجاتے ہیں مگر گھر میں جاکر جب تھوڑی سی بھی تکلیف آئی اور کسی نے دھمکایا تو جھٹ مرتد ہوگئے۔

(تفسیر سورۃ البقرۃ،ص 46)

نماز کو سنوار کر ادا کرو

نماز کو ایسے ادا نہ کرو جیسے مرغی دانے کے لیے ٹھونگ مارتی ہے بلکہ سوز و گداز سے ادا کرو اور دُعائیں بہت کیا کرو۔ نماز مشکلات کی کنجی ہے ۔ ماثورہ دُعاؤں اور کلمات کے سِوا اپنی مادری زبان میں بھی بہت دُعا کیا کرو تا اس سے سوز و گداز کی تحریک ہو اور جب تک سوز و گداز نہ ہو اُسے ترک مت کرو۔ کیونکہ اس سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور سب کچھ ملتا

ہے۔ چاہیے کہ نماز کی جس قدر جسمانی صورتیں ہیں ان سب کے ساتھ دل بھی ویسے ہی تابع ہو۔اگر جسمانی طور پر کھڑے ہوتو دل بھی خدا کی اطاعت کے لیے ویسے ہی کھڑا ہو۔ اگر جُھکو تو دل بھی ویسے ہی جُھکے ۔ اگر سجدہ کروتو دل بھی ویسے ہی سجدہ کرے۔ دل کا سجدہ یہ ہے کہ کسی حالت میں خدا کو نہ چھوڑے۔ جب یہ حالت ہوگی تو گناہ دور ہونے شروع ہو جاویں گے۔ معرفت بھی ایک شئے ہے جو کہ گناہ سے انسان کو روکتی ہے۔ جیسے جو شخص سم الفار، سانپ اور شیر کو ہلاک کرنے والا جانتا ہے تو وہ ان کے نزدیک نہیں جاتا۔ ایسے جب تم کو معرفت ہوگی تو تم گناہ کے نزدیک نہ پھٹکو گے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ یقین بڑھاؤ۔ اور وہ دُعا سے بڑھے گا اور نماز خود دُعا ہے۔ نماز کو جس قدر سنوار کر ادا کروگے اسی قدر گناہوں سے رہائی پاتے جاؤ گے۔ معرفت صرف قول سے حاصل نہیں ہوسکتی بڑے بڑے حکیموں نے خدا کو اس لیے چھوڑ دیا کہ ان کی نظر مصنوعات پر رہی اور دُعا کیطرف توجّہ نہ کی۔ جیسا کہ ہم نے براہین میں ذکر کیا ہے۔ مصنوعات سے تو انسان کو ایک صانع کے وجود کی ضرورت ثابت ہوتی ہے کہ ایک فاعل ہونا چاہیے لیکن یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ ہے بھی۔

''ہونا چاہیے'' اور شئے ہے اور ''ہے'' اور شئے ہے۔ اس ''ہے'' کا علم سوائے دُعا کے نہیں حاصل ہوتا۔ عقل سے کام لینے والے ''ہے'' کے علم کو نہیں پا سکتے۔ اسی لیے ہے کہ خدارا بخدا تواں شناخت لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ کے بھی یہی معنٰی ہیں۔ کہ وہ صرف عقلوں کے ذریعہ سے شناخت نہیں کیا جاسکتا بلکہ خود جو ذریعے (اُس) نے بتلائے ہیں ان سے ہی اپنے وجود کو شناخت کرواتا ہے اور اس امر کے لئے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (الفاتحہ: 4) جیسی اور کوئی دُعا نہیں ہے۔

(ملفوظات جلد سوم، ص 589 تا 590)

نمازوں کو خوف اور حضور سے ادا کرو

سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کیے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ (روحانی خزائن جلد 19، کتاب کشتیٔ نوح، ص 15)

☆ پھر فرمایا: جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُعا میں لگا نہیں رہتا

اور اِنکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ (روحانی خزائن جلد 19، کشتی نوح،ص 19)

نماز سے متعلق اہم امُور

(ا) بندے کو رب العباد تک پہنچانے کی سواری ہے۔

(ب) افضل العبادات پنجوقتہ نمازوں کو ان کے اوّل وقت میں ادا کرنا ہے

(ج) جو اپنی نمازوں میں فروتنی اختیار کرتا ہے۔ اس کے سامنے بادشاہ بھی فروتنی اختیار کرتے ہیں اور اس مملوک کو خدا مالک بنا دیتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد 18، انڈیکس،ص 87 تا 88)

باب V

اوقات نماز اور ان کی حکمت

اوقاتِ نماز کے لیے لکھا ہے کہ وہ زوال کے وقت سے شروع ہوتی ہے۔ یہ اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ جب انسان غنی ہوتا ہے تو وہ طاغی ہوجاتا ہے اور حدود اللہ سے نکل جاتا ہے لیکن جب اسکو کوئی دکھ اور درد پہنچے تو پھر یہ فطرتاً دوسرے کی مدد چاہتا ہے اور اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پس جب اس پر ابتداءِ مصیبت ہو تو اسی وقت سے گویا نماز شروع ہوجاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص پر غیر متوقع گورنمنٹ کیطرف سے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گیا کہ فلاں اَمر کے متعلق تم اپنا جواب دو۔ یہ پہلا مرحلہ ہے۔ جو مصیبت کا آغاز ہوا اور اس کے امن و سکون میں زوال شروع ہوگیا۔ یہ وقت ظہر کی نماز کے مشابہ ہے۔

پھر بعد اس کے جب وہ عدالت میں حاضر ہوا اور بیانات ہونے کے بعد اس پر فرد قرارداد جُرم لگ گئی اور شہادت گزر گئی تو اس کی مصیبت اور کرب پہلے سے زیادہ بڑھ گیا۔ یہ

گویا عصر کا وقت ہے کیونکہ عصر کی نماز کا وہ وقت ہے جب سورج کی روشنی بہت ہی کم ہو جاوے۔ یہ عصر کا وقت اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کی عزت و توقیر بہت گھٹ گئی اور اَب وہ مجرم قرار پا گیا اس کے بعد مغرب کا وقت آتا ہے یہ وہ وقت ہے جب آفتاب غروب ہوجاتا ہے اور یہ اسوقت سے مشابہ ہے جب حاکم نے اپنا آخری حکم اس کے لیے سُنا دیا اور عشاء کا وقت اس سے مشابہ ہے جب وہ جیل چلا جاوے۔ اور پھر فجر کا وقت ہے جب اس کی رہائی ہوجاوے ان حالات کے ماتحت ایسے انسان کا درد و سوزش ہر آن بڑھتی جاوے گی۔ یہاں تک کہ آخر اس کی سوزش و اضطراب اس کے لیے وہ وقت لے آوے کہ وہ نجات پا جاوے۔

اور یہ جو میں نے بیان کیا ہے قیام، رکوع اور سجود کے متعلق اسمیں انسانی تضرع کی ہیئت کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ پہلے قیام کرتا ہے جب اس پر ترقی کرتا ہے تو رکوع کرتا ہے اور جب بالکل فنا ہوجاتا ہے تو پھر سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں صرف تقلید اور رسم کے طور پر نہیں کہتا بلکہ اپنے تجربہ سے کہتا ہوں۔

بلکہ ہر کوئی اس کو اسطرح پر پڑھ کر اور آزما کر دیکھ لے

اس نسخہ کو ہمیشہ یاد رکھو اور اس سے فائدہ اُٹھاؤ کہ جب کوئی دکھ یا مصیبت پیش آوے تو فوراً نماز میں کھڑے ہو جاؤ اور جو مصائب اور مشکلات ہوں ان کو کھول کھول کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرو کیونکہ یقیناً خدا ہے اور وہی ہے جو ہر قسم کی مشکلات اور مصائب سے انسان کو نکالتا ہے وہ پکارنے والے کی پُکار کو سُنتا ہے۔ اسکے سوا کوئی نہیں جو مددگار ہو سکے بہت ہی ناقص ہیں وہ لوگ کہ جب ان کو مشکلات پیش آتی ہیں تو وکیل، طبیب یا اور لوگوں کی طرف تو رجوع کرتے ہیں مگر خداتعالیٰ کا خانہ بالکل خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ مومن وہ ہے جو سب سے اوّل خداتعالیٰ کیطرف دوڑے۔

(ملفوظات جلد پنجم ،ص94 تا 96)

☆ یاد رہے کہ عرب کے جنگلی لوگ شراب کو جانتے بھی نہیں تھے کہ کس بلا کا نام ہے مگر جب حضرات عیسائی وہاں پہنچے اور انہوں نے بعض نَو مریدوں کو بھی تحفہ دیا تب تو یہ خراب عادت دیکھا دیکھی عام طور پر پھیل گئی اور نماز کے پانچ وقتوں کیطرح شراب کے پانچ وقت مقرر ہو گئے یعنی جاشریہ[1] جو صبح قبل طلوع آفتاب کی شراب ہے۔ صبوح[2] جو بعد طلوع کے شراب پی جاتی ہے ۔غبوق[3] جو ظہر اور عصر کی شراب کا نام ہے۔ قیل[4] جو دوپہر

کی شراب کا نام ہے۔فجر جو رات کی شراب کا نام ہے اسلام نے ظہور فرما کر یہ تبدیلی کی۔ جو ان پانچ وقتوں کے شرابوں کی جگہ پانچ نمازیں مقرر کر دیں اور ہر یک بدی کی جگہ نیکی رکھ دی۔اور مخلوق پرستی کی جگہ خدا تعالیٰ کا نام سکھادیا۔اس پاک تبدیلی سے انکار کرنا کسی سخت بد ذات کا کام ہے نہ کسی سعید انسان کا کیا کوئی مذہب ایسی بزرگ تبدیلی کا نمونہ پیش کرسکتا ہے۔ ہرگزنہیں۔

(نورالفرقان، روحانی خزائن جلد 9 حاشیہ،ص352)

☆ خدا نے اپنے قانون قدرت میں مصائب کو پانچ قسم پر مُنقسم کیا ہے یعنی آثار مصیبت کے جو خوف دلاتے ہیں اور پھر مصیبت کے اندر قدم رکھنا اور پھر ایسی حالت جب نومیدی......... پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر زمانہ تاریک مصیبت کا اور پھر صبح رحمتِ الٰہی کی ۔ یہ پانچ وقت ہیں جن کا نمونہ پانچ نمازیں ہیں۔ (براہینِ احمدیہ حصّہ پنجم ،روحانی خزائن جلد 21،ص422)

پنجگانہ نمازوں کی حکمت

پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں۔ وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہیں۔تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیّر ہیں جو بلا کے

وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لیے ان کا وارد ہونا ضروری ہے۔

ا، پہلے جبکہ تم مطلع کیے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلّی اور خوشحالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا اسکے مقابل پر نماز ظہر متعیّن ہوئی۔ جسکا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

۲، دوسرا تغیّر اسوقت تم پر آتا ہے جبکہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کیے جاتے ہو۔ مثلاً جبکہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہوکر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک ہوجاتا ہے اور تسلّی کا نور تم سے رُخصت ہونے کو ہوتا ہے۔ سو یہ حالت تمہاری اسوقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب سے نور کم ہوجاتا ہے اور نظر اس پر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اسکا غروب نزدیک ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر ہوئی۔

۳، تیسرا تغیّر تم پر اسوقت آتا ہے جو اس بَلا سے رہائی پانے کی بکلّی اُمید مُنقطع ہوجاتی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام فرد قرارداد

جُرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کے لیے گذر جاتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے حواس خطا ہوجاتے ہیں اور تم اپنے تیئں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب غروب ہوجاتا اور تمام اُمیدیں دن کی روشنی کی ختم ہوجاتی ہیں۔ اِس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔

۴، چوتھا تغیّر اس وقت تم پر آتا ہے کہ جب بَلا تم پر وارد ہی ہوجاتی ہے اور اُس کی سخت تاریکی تم پر احاطہ کرلیتی ہے مثلاً جبکہ فرد قرارداد جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا تم کو سنادیا جاتا ہے اور قید کے لیے ایک پولیس مَین کے تم حوالہ کیے جاتے ہو۔ سو یہ حالت اسوقت سے مشابہ ہے جبکہ رات پڑجاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑجاتا ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نمازِ عشاء مقرر ہے۔

۵، پھر جبکہ تم ایک مدّت تک اس مُصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آخر کار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دِن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہوجاتی ہے۔ سو اس روحانی حالت کے مقابل پر نمازِ فجر

مقرر ہے اور خدا نے تمہارے فطرتی تغیّرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لیے مقرر کیں۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدہ کے لیے ہیں۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہارے اندرونی اور روحانی تغیّرات کا ظِل ہیں۔ نماز میں آنیوالی بلاؤں کا علاج ہے۔ تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے قضاء و قدر تمہارے لیے لائے گا پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولا کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لیے خیر و برکت کا دِن چڑھے۔

اے امیرو اور بادشاہو ! ...... اور دولتمندو آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اُس کی تمام راہوں میں راستباز ہیں، اکثر ایسے ہیں کہ دنیا کے ملک اور دنیا کے املاک سے دل لگاتے ہیں اور پھر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں اور موت کو یاد نہیں رکھتے ، ہر ایک امیر جو نماز نہیں پڑھتا اور خدا سے لاپروہ ہے اُس کے تمام نوکروں چاکروں کا گناہ اُسکی گردن پر ہے۔

(کشتی نوح ،روحانی خزائن جلد 19،ص69-70)
(تفسیر سورۃ بنی اسرائیل،ص 238-239)

نماز کے اوقات روحانی حالتوں کی ایک عکسی تصویر ہے

اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ جو پانچ وقت نماز کے لیے مقرر ہیں یہ کوئی تحکم اور جبر کے طور پر نہیں بلکہ اگر غور کرو تو یہ دراصل روحانی حالتوں کی ایک عکسی تصویر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ!

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (بنی اسرائیل: 79)

یعنی قائم کرو نماز کو دلوک الشّمس سے ۔ اب دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں قیام الصلوۃ کو دُلوک شمس سے لیا ہے ۔ دُلوک کے معنوں میں گو اختلاف ہے، لیکن دوپہر کے ڈھلنے کے وقت کا نام دُلوک ہے۔ اب دُلوک سے لیکر پانچ نمازیں رکھ دیں۔ اسمیں حکمت اور سرّ کیا ہے؟ قانون قدرت دکھاتا ہے کہ روحانی تذلل اور انکسار کے مراتب بھی دُلوک ہی سے شروع ہوتے ہیں۔ اور پانچ ہی حالتیں آتی ہیں پس یہ طبعی نماز بھی اُسوقت سے شروع ہوتی ہے جب حُزن اور ہَمّ وغم کے آثارشروع ہوتے ہیں۔ اُسوقت جبکہ انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آتی ہے تو کس قدر تذلل اور انکساری کرتا ہے۔ اب اسوقت اگر زلزلہ آوے ، تو تم سمجھ سکتے ہو کہ طبیعت میں کیسی

رقّت اور انکساری پیدا ہوجاتی ہے۔ اسی طرح پر سوچو کہ اگر مثلاً کسی شخص پر نالش ہو تو سمن یا وارنٹ آنے پر اس کو معلوم ہوگا کہ فلاں دفعہ فوجداری یا دیوانی میں نالش ہوئی ہے، اب بعد مطالعہء وارنٹ اسکی حالت میں گویا نصف النہار کے بعد زوال شروع ہوا، کیونکہ وارنٹ یا سمن تک تو اُسے کچھ معلوم نہ تھا۔ اب خیال پیدا ہوا کہ خدا جانے ادھر وکیل ہو یا کیا ہو؟ اس قسم کے تردّدات اور تفکرات سے جو زوال پیدا ہوتا ہے یہ وہی حالتِ دُلوک ہے اور یہ پہلی حالت ہے جو نمازِ ظہر کے قائمقام ہے۔ اور اسکی عکسی حالت نماز ظہر ہے۔ اب دوسری حالت اس پر وہ آتی ہے جبکہ وہ کمرہ عدالت میں کھڑا ہے۔ فریق مخالف اور عدالت کیطرف سے سوالاتِ جرح ہورہے ہیں اور وہ ایک عجیب حالت ہوتی ہے۔ یہ وہ حالت اور وقت ہے جو نماز عصر کا نمونہ ہے، کیونکہ عصر گھوٹنے اور نچوڑنے کو کہتے ہیں۔ جب حالت اور بھی نازک ہوجاتی ہے اور فرد قراردادِ جُرم لگ جاتی ہے، تو یاس اور نا اُمیدی بڑھتی ہے۔ کیونکہ اب خیال ہوتا ہے کہ سزا مل جاوے گی۔ یہ وہ وقت ہے۔ جو مغرب کی نماز کا عکس ہے پھر جب حکم سنایا گیا اور کانسٹیبل یا کورٹ انسپیکٹر کے حوالہ کیا گیا، تو وہ رُوحانی طور پر نماز عشاء کی عکسی تصویر ہے۔

یہاں تک کہ نماز کی صُبح صادق ظاہر ہوئی اور اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (الم نشرح :7) کی حالت کا وقت آ گیا تو روحانی نماز فجر کا وقت آ گیا اور فجر کی نماز اس کی عکسی تصویر ہے۔

القصہ میں پھر تم کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ تم جو میرے ساتھ ایک سچّا تعلق پیدا کرتے ہو اس سے یہی غرض ہے کہ تم اپنے اخلاق میں، عادات میں نمایاں تبدیلی کرو جو دوسروں کے لیے ہدایت اور سعادت کا موجب ہو۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی،ص130،167) (از ملفوظات جلد اوّل،ص 95)

باب VI

نماز کا فائدہ نمازی کو ہے خدا تو بے نیاز ہے

یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ ہو اور رجوع نہ کرو تو اس سے اسکی ذات میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوسکتا اور وہ تمہاری کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتا جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡلَا دُعَآؤُکُمۡ (الفرقان: 78)

یعنی ان کو کہہ دو کہ میرا رب تمہاری پرواہ کیا رکھتا ہے اگر تم سچّے دل سے اس کی عبادت نہ کرو۔ جیسا کہ وہ رحیم و کریم ہے ویسا ہی وہ غنی بے نیاز بھی ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ طاعون نے کیا کیا اور زلزلوں نے کیا دکھایا؟ گھروں کے گھر اور شہروں کے شہر تباہ ہوگئے اور ہزاروں لاکھوں خاندان ہمیشہ کے لیے مٹ گئے مگر خدا تعالیٰ کو اس کی کیا پرواہ۔ باوجود اس کے کہ وہ بہت ہی رحم کرنیوالا ہے مگر بے نیاز بھی ہے۔ نوح کے وقت، لوط کے وقت، موسیٰ کے وقت کیا ہوا؟ کیا جو قومیں اور بستیاں اسوقت ہلاک ہوئیں وہ انسان نہ تھے؟ وہ بھی انسان تھے اور تم

بھی انسان ہو لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہ باز نہیں آتے اور حق کا انکار کرتے ہیں تو آخر خدا تعالیٰ کا قہر نازل ہوا اور آن کی آن میں انہیں مٹا دیا۔

مگر یاد رکھو اور خوب یاد رکھو۔ صرف اتنی ہی بات کہ ہم نے مان لیا ہے کافی نہیں۔ خدا تعالیٰ مُجرّد اقرار نہیں چاہتا۔ وہ چاہتا ہے کہ جو اقرار تم نے کیا ہے اسے کر کے دِکھا دو۔ بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص بیعت میں داخل تھا پھر وہ طاعون سے کیوں مر گیا؟ میں کہتا ہوں کہ میں اس کا ذمہ دار ہوں کہ کیوں مر گیا؟ اپنے اندر کے طاعون سے مر گیا۔ اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز ظلام نہیں ہے وہ اپنے سچّے بندوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور ان میں اور ان کے غیروں میں فرق رکھ دیتا ہے مجھے ان لوگوں پر بہت ہی تعجب آتا ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے بیعت کی ہوئی تھی ہم پر یہ مصیبت کیوں آئی؟ وہ نادان نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ نِری بیعت اور زبانی اقرار کیا بنا سکتا ہے؟ جبتک دل صاف نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے سچّا پیوند قائم نہ ہو۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ میں تیرے اہل کو بچا لوں گا، لیکن جب انکا بیٹا ہلاک ہونے لگا تو

نوح علیہ السلام نے دُعا کی اور اس امر کو پیش کیا۔ خداتعالیٰ نے اسکا کیا جواب دیا؟ یہی کہ تو جاہل مت بن وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ اسکے اعمال صالح نہیں ہیں گویا وہ چُھپا ہوا مرتد تھا۔ پھر جب انہیں اپنے ایسے بیٹے کے لیے دُعا کرنے پر یہ جواب مِلا تو اور کون ہوسکتا ہے جو خداتعالیٰ سے تو سچّا تعلق پیدا نہیں کرتا اور اپنے اعمال اور حال میں اصلاح نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ اسکے ساتھ وہ معاملہ ہو جو اسکے مخلص اور وفادار بندوں سے ہوتا ہے۔ یہ سخت نادانی اور غلطی ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم ،ص96 تا 97)

باب VII

نماز کی اہمیت

خدا کی رحمت کے سرچشمہ سے فائدہ اٹھانے کا اصل قاعدہ یہی ہے (کہ تقویٰ اختیار کیا جائے ۔ ناقل) خداتعالیٰ کا یہ خاصہ ہے کہ جیسے اس انسان کا قدم بڑھتا ہے ویسے ہی پھر خدا کا قدم بڑھتا ہے۔ خداتعالیٰ کی خاص رحمتیں ہر ایک کے ساتھ نہیں ہوتیں۔ اور اسی لیے جن پر یہ ہوتی ہیں ان کے لیے وہ نشان بولی جاتی ہیں (اس کی نظیر دیکھ لو) کہ پیغمبر خدا ﷺ پر ان کے دشمنوں نے کیا کیا کوششیں آپ کی ناکامیابی کے واسطے کیں مگر ایک پیش نہ گئی حتیٰ کہ قتل کے منصوبے کیے مگر آخر ناکامیاب ہی ہوئے۔ خدا تعالیٰ یہ تجویز پیش کرتا ہے (اس خاص رحمت کے حصول کے واسطے جو اخلاق وغیرہ حاصل کیے جاویں تو) ان امروں کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاوے نہ کہ ہمارے سامنے۔ اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اورعظمت کا سلسلہ جاری رکھیں اور اس کے لیے نماز سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں ہے۔ کیونکہ روزے تو ایک سال کے بعد آتے ہیں اور زکوٰۃ صاحب مال کو دینی پڑتی ہے مگر نماز ہے کہ

ہر ایک (حیثیت کے آدمی) کو پانچوں وقت ادا کرنی پڑتی ہے۔ اسے ہرگز ضائع نہ کریں۔ اسے بار بار پڑھو اور اس خیال سے پڑھو کہ میں ایسی طاقت والے کے سامنے کھڑا ہوں کہ اگر اس کا ارادہ ہو تو ابھی قبول کرلیوے۔ اُسی حالت میں ، بلکہ اُسی ساعت میں بلکہ اُسی سیکنڈ میں ۔ کیونکہ دوسرے دنیاوی حاکم تو خزانوں کے محتاج ہیں اور ان کو فکر ہوتی ہے کہ خزانہ خالی نہ ہو جاوے۔ اور ناداری کا ان کو فکر لگا رہتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا خزانہ ہروقت بھرا بھرایا ہے۔ جب اسکے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو صرف یقین کی حاجت ہوتی ہے اسے اس امر پر یقین ہو کہ میں ایک سمیع ، علیم اور خبیر اور قادر ہستی کے سامنے کھڑا ہوا ہوں اگر اسے مہر آجاوے تو ابھی دے دیوے ۔ بڑے تضرع سے دُعا کرے۔ نا اُمید اور بدظن ہرگز نہ ہووے اور اگر اسی طرح کرے تو (اس راحت کو) جلدی دیکھ لے گا اور خدا تعالیٰ کے اور اور فضل بھی شامِل حال ہوں گے اور خود خدا بھی مِلے گا۔ تو یہ طریق ہے جس پر کاربند ہونا چاہئے مگر ظالم فاسق کی دُعا قبول نہیں ہوا کرتی ۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے لاپروا ہے۔ ایک بیٹا اگر باپ کی پرواہ نہ کرے اور ناخلف ہو تو باپ کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی تو خدا کو کیوں ہو۔

(ملفوظات جلد دوم ، ص681 تا 682)

☆سوال: ایک شخص نے عرض کی کہ میرے لیے دُعا کریں کہ نماز کی توفیق اور استقامت مِلے

فرمایا: حقیقت میں جو شخص نماز کو چھوڑتا ہے وہ ایمان کو چھوڑتا ہے۔ اس سے خدا کے ساتھ تعلقات میں فرق آجاتا ہے۔ اس طرف سے فرق آیا تو معًا اُس طرف سے بھی فرق آجاتا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم ،ص 235 تا 236)

باب VIII

انسانی پیدائش کی غرض

قرآن مجید میں ہے کہ

وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ عَلٰی صَلَوٰتِھِمۡ یُحَافِظُوۡنَ O (المومنون : 10)

یعنی ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور کبھی ناغہ نہیں کرتے اور انسان کی پیدائش کی اصل غرض بھی یہی ہے کہ وہ نماز کی حقیقت سیکھے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَاخَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِO (الذّٰریات : 57)

غرض یاد رکھنا چاہئے کہ نماز ہی وہ شے ہے جس سے سب مشکلات آسان ہوجاتے ہیں اور سب بلائیں دُور ہوتی ہیں ۔مگر نماز سے وہ نماز مُراد نہیں جو عام لوگ رسم کے طور پر پڑھتے ہیں بلکہ وہ نماز مُراد ہے جس سے انسان کا دل گداز ہوجاتا ہے۔ اور آستانۂ احدیت پر گر کر ایسا محو ہو جاتا ہے کہ پگھلنے لگتا ہے۔ اور پھر یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ نماز کی حفاظت اس واسطے نہیں کی جاتی کہ خدا کو ضرورت ہے۔ خدا

تعالیٰ کو ہماری نمازوں کی کوئی ضرورت نہیں وہ تو غَنِیّ عَنِ الْعٰلَمِیْن ہے اس کو کسی کی حاجت نہیں بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ضرورت ہے اور یہ ایک راز کی بات ہے کہ انسان خود اپنی بھلائی چاہتا ہے اسی لیے وہ خدا سے مدد طلب کرتا ہے کیونکہ یہ سچّی بات ہے کہ انسان کا خدا سے تعلق ہو جانا حقیقی بھلائی کا حاصل کر لینا ہے۔ ایسے شخص کی اگر دنیا دشمن ہو جائے اور اس کی ہلاکت کے درپئے رہے تو اسکا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔

اور خدا تعالیٰ کو ایسے شخص کی خاطر اگر لاکھوں کروڑوں انسان بھی ہلاک کرنے پڑیں تو کر دیتا ہے اور اس ایک کی بجائے لاکھوں کو فنا کر دیتا ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم،ص 402، 403)

باب IX

حقیقی نماز کے فوائد

یاد رکھو کہ اگر.........ٹکروں والی نماز ہزار برس بھی پڑھی جاوے تو ہرگز فائدہ نہ ہوگا ۔ نماز ایسی شے ہے کہ اس کے ذریعہ سے آسمان انسان پر جُھک پڑتا ہے۔ نماز کا حق ادا کرنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ میں مر گیا اور اس کی روح گداز ہوکر خدا کے آستانہ پر گر پڑی ہے اگر طبیعت میں قبض اور بدمزگی ہو تو اس کے لیے بھی دُعا ہی کرنی چاہیے کہ الٰہی تو ہی اسے دُور کر اور لذّت اور نور نازل فرما۔

جس گھر میں اس قسم کی نماز ہوگی وہ گھر کبھی تباہ نہ ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر نوح علیہ السلام کے وقت میں یہ نماز ہوتی تو وہ قوم کبھی تباہ نہ ہوتی ۔ حج بھی انسان کے لیے مشروط ہے، روزہ بھی مشروط ہے۔ زکوٰۃ بھی مشروط ہے۔ مگر نماز مشروط نہیں ۔ سب ایک سال میں ایک ایک دفعہ ہیں۔ مگر اس کا حکم ہرروز پانچ دفعہ ادا کرنے کا ہے۔ اس لیے جبتک پوری پوری نماز نہ ہوگی تو وہ برکات بھی نہ ہوں گی جو اس سے

حاصل ہوتی ہیں اور نہ اس بیعت کا کچھ فائدہ حاصل ہوگا۔

اگر بُھوک یا پیاس لگی ہوتو ایک لقمہ یا ایک گھونٹ سیری نہیں بخش سکتا۔ پوری خوراک ہوگی تو تسکین ہوگی۔ اسی طرح ناکارہ تقویٰ ہرگز کام نہ آوے گا۔

خدا تعالیٰ اُنہیں سے محبت کرتا ہے جو اس سے محبت کرتے ہیں۔

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ○ (آل عمران : 93)

کے یہ معنٰی ہیں کہ سب سے عزیز شئے جان ہے۔ اگر موقع ہوتو وہ بھی خدا کی راہ میں دے دی جاوے۔ نماز میں اپنے اوپر جو موت اختیار کرتا ہے وہ بھی بِر کو پہنچتا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم،ص627)

برکات نماز کا حصول

اسمیں شک نہیں کہ نماز میں برکات ہیں مگر وہ برکات ہر ایک کو نہیں مل سکتے۔ نماز بھی وہی پڑھتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نماز پڑھاوے ورنہ وہ نماز نہیں نِرا پوست ہے جو پڑھنے والے کے ہاتھ میں ہے۔

اس کو مغز سے کچھ واسطہ اور تعلق ہی نہیں ۔ اسی طرح کلمہ بھی وہی پڑھتا ہے جس کو خدا تعالیٰ کلمہ پڑھوائے ۔ جبتک

نماز اور کلمہ پڑھنے میں آسمانی چشمہ سے گھونٹ نہ ملے تو کیا فائدہ؟

وہ نماز جس میں حلاوت اور ذوق ہو اور خالق سے سچّا تعلق قائم ہو کر پوری نیازمندی اور خشوع کا نمونہ ہو اس کے ساتھ ہی ایک تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے۔ جس کو پڑھنے والا فوراً محسوس کرلیتا ہے کہ اب وہ وہ نہیں رہا جو چند سال پہلے تھا۔
(ملفوظات جلد سوم، ص 597)

نماز خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے

اصل میں قاعدہ ہے کہ اگر انسان نے کسی خاص منزل پر پہنچنا ہے تو اس کے واسطے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جتنی لمبی وہ منزل ہوگی اتنا ہی زیادہ تیزی، کوشش اور محنت اور دیر تک اُسے چلنا ہوگا۔ سو خدا تعالیٰ تک پہنچنا بھی تو ایک منزل ہے۔ اور اس کا بُعد اور دوری بھی لمبی ۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے اور اس کے دربار میں پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے اس کے واسطے نماز ایک گاڑی ہے جس پر سوار ہو کر وہ جلد تر پہنچ سکتا ہے جس نے نماز ترک کردی وہ کیا پہنچے گا۔

اصل میں مسلمانوں نے جب سے نماز کو ترک کیا یا اُسے دل کی تسکین، آرام اور محبت سے اس کی حقیقت سے

غافل ہو کر پڑھنا ترک کیا ہے تب ہی سے اسلام کی حالت بھی معرضِ زوال میں آئی ہے۔ وہ زمانہ جسمیں نمازیں سنوار کر پڑھی جاتی تھیں غور سے دیکھ لو کہ اسلام کے واسطے کیسا تھا۔ ایک دفعہ تو اسلام نے تمام دنیا کو زیر پا کر دیا تھا جب سے اسے ترک کیا وہ متروک ہو گئے ہیں۔ دردِ دل سے پڑھی ہوئی نماز ہی ہے کہ تمام مشکلات سے انسان کو نکال لیتی ہے۔ ہمارا بارہا کا تجربہ ہے کہ اکثر کسی مشکل کے وقت دُعا کی جاتی ہے۔ ابھی نماز میں ہی ہوتے ہیں کہ خدا نے اس اَمر کو حل اور آسان کر دیا ہوا ہوتا ہے۔

نماز میں کیا ہوتا ہے یہی کہ عرض کرتا ہے۔ التجا کے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اور دوسرا اس کی غرض کو اچھی طرح سُنتا ہے۔ پھر ایک وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو سنتا تھا وہ بولتا ہے اور گذارش کرنے والے کو جواب دیتا ہے۔ نمازی کا یہی حال ہے کہ خدا کے آگے سربسجود رہتا ہے اور خداتعالیٰ کو اپنے مصائب و حوائج سناتا ہے پھر آخر سچّی اور حقیقی نماز کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک وقت جلد آجاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے جواب کے واسطے بولتا اور اس کو جواب دیکر تسلّی دیتا ہے۔ بھلا یہ بجُز حقیقی نماز کے ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور پھر جن کا خدا ہی ایسا

نہیں وہ بھی گئے گذرے ہیں ۔ اُن کا کیا دین اور کیا ایمان ہے۔ وہ کس اُمید پر اپنے اوقات ضائع کرتے ہیں۔
(ملفوظات جلد سوم،ص189، 190)

نماز پروردگار تک لے جانے والی سواری ہے

(ترجمہ از مرتب) نماز ایک ایسی سواری ہے جو بندے کو پروردگارِ عالم تک پہنچاتی ہے۔ اس کے ذریعہ انسان ایسے مقام تک پہنچ جاتے ہیں جہاں گھوڑوں کی پیٹھوں پر بیٹھ کر نہ پہنچ سکتا اور نماز کا شکار (ثمرات) تیروں سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اسکا راز قلموں سے ظاہر نہیں ہوسکتا ہے۔اور جس شخص نے اس طریق کو لازم پکڑا اس نے حق اور حقیقت کو پا لیا اور اس محبوب تک پہنچ گیا جو غیب کے پردوں میں ہے اور شک و شبہ سے نجات حاصل کرلی ۔ پس تو دیکھے گا کہ اس کے دن روشن ہیں اور اُس کی باتیں موتیوں کی مانند ہیں اور اس کا چہرہ چودھویں کا چاند ہے اسکا مقام صدر نشینی ہے ۔ جو شخص نماز میں اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی سے جُھکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے بادشاہوں کو جُھکا دیتا ہے اور اس مملوک بندہ کو مالک بنادیتا ہے۔ (اعجاز المسیح ،ص 163-164، حاشیہ تفسیر سورۃ البقرۃ ،ص50)

قبولیت دُعا کی کنجی

ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار۔ توبہ۔ دینی علوم کی واقفیت خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدّ نظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں۔

نماز دُعا کی قبولیت کی کنجی ہے جب نماز پڑھو تو اسمیں دُعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوقِ الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو۔ بچو۔

(ملفوظات جلد سوم، ص221-222)

☆ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی میرے پیچھے نماز ایک مرتبہ پڑھ لیوے تو وہ بخشا جاتا ہے۔ اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کــو نــوا مــع الصادقین کے مصداق ہو کر نماز کو آپ کے پیچھے ادا کرتے ہیں تو وہ بخشے جاتے ہیں۔

اصل میں لوگ نماز میں دنیا کے رونے روتے رہتے ہیں۔ اور جو اصل مقصود نماز کا قرب الی اللہ اور ایمان کا سلامت لے جانا ہے اس کی فکر ہی نہیں حالانکہ ایمان سلامت لے جانا بہت بڑا معاملہ ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب انسان اس واسطے روتا ہے کہ مجھ کو باایمان اللہ تعالیٰ دنیا سے

لے جاوے تو خدا تعالیٰ اس کے اوپر دوزخ کی آگ حرام کرتا ہے اور بہشت ان کو ملے گا جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں حصولِ ایمان کے لیے روتے ہیں مگر یہ لوگ جب روتے ہیں تو دنیا کے لیے روتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اُن کو بُھلا دے گا۔

اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَاذْکُرُوْنِیۤ اَذْکُرْکُمْ (البقرۃ: 153) تم مجھ کو یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا یعنی آرام اور خوشحالی کے وقت تم مجھ کو یاد رکھو اور میرا قرب حاصل کرو تا کہ مصیبت میں میں تم کو یاد رکھوں۔ یہ ضرور یاد رکھنا چاہئے کہ مصیبت کا شریک کوئی نہیں ہوسکتا۔ اگر انسان اپنے ایمان کو صاف کرکے اور دروازہ بند کرکے رووے بشرطیکہ پہلے ایمان صاف ہو تو وہ ہرگز بے نصیب اور نامراد نہ ہوگا۔

(ملفوظات جلد سوم، ص 378)

بُرائیوں سے بچنے کے واسطے خدا تعالیٰ سے دُعا کرو

نماز کوئی ایسی ویسی شئے نہیں ہے بلکہ یہ وہ شئے ہے جس میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم .... الخ (الفاتحہ: 4) جیسی دُعا کی جاتی ہے۔ اِس دُعا میں بتلایا گیا ہے کہ جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں اِن پر دنیا میں خدا تعالیٰ کا غضب آتا

ہے۔الغرض اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا چاہیئے جو کام ہوتا ہے اس کے ارادہ سے ہوتا ہے چنانچہ طاعون بھی اسی کے حکم سے آئی ہے یہ دُنیا سے رُخصت نہ ہوگی ۔ جب تک ایک تغیر عظیم پیدا نہ کرلے۔ جو اس سے نہیں ڈرتا وہ بڑا بدبخت ہے اور اس کے استیصال کیلئے ایک ہی راہ ہے وہ یہ کہ اپنے آپ کو پاک کرو کیونکہ اگر پاک ہوکر مر بھی جاوے گا تو وہ بہشت کو پہنچے گا۔ مرنا تو سب نے ہے مومن نے بھی اور کافر نے بھی مگر مومن اور کافر کی موت میں خدا تعالیٰ فرق کردیتا ہے۔

دیکھو ان باتوں کو منتر جنتر نہ سمجھو اور یہ خیال نہ کرو کہ یونہی فائدہ ہوجاوے گا جیسے کہ بھوکے کے سامنے روٹیوں کا انبار فائدہ نہیں دیتا جب تک کہ وہ نہ کھاوے ۔ اسی طرح آج کے اقرار کے مطابق جب تک کوئی اپنے آپ کو گناہ سے نہ بچاوے گا اسے برکت نہ ہوگی ۔یادرکھو کہ میں اس بات پر شاہد ہوں کہ میں نے تم کو سمجھادیا ہے۔اب تم کو چاہیئے کہ برائیوں سے بچنے کے واسطے خدا تعالیٰ سے دعا کرو تا کہ بچے رہو۔ جو شخص بہت دُعا کرتا ہے اس کے واسطے آسمان سے توفیق نازل کی جاتی ہے کہ گناہ سے بچے اور دُعا کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گناہ سے بچنے کے لیے کوئی نہ کوئی راہ اُسے مِل جاتی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا یعنی جو اُمور اُسے کشاں کشاں گناہ کیطرف لے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان امور سے بچنے کی توفیق اسے عطا فرماتا ہے۔ قرآن کو بہت پڑھنا چاہیے اور پڑھنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے طلب کرنی چاہیے کیونکہ محنت کے سوا انسان کو کچھ نہیں ملتا۔کسان کو دیکھوکہ جب وہ زمین میں ہل چلاتا ہے اور قسم قسم کی محنت اُٹھاتا ہے تب پھل حاصل کرتا ہے۔ مگر محنت کے لیے زمین کا اچھا ہونا شرط ہے۔ اسی طرح انسان کا دل بھی اچھا ہو، سامان بھی عمدہ ہو سب کچھ کر بھی سکے۔ تب جا کر فائدہ پاوے گا۔

لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (النجم:40)

دِل کا تعلق اللہَ تعالیٰ سے مضبوط باندھنا چاہیے ۔ جب یہ ہوگا تو دِل خود خدا سے ڈرتا رہے گا اور جب دل ڈرتا رہتا ہے تو خدا تعالیٰ کو اپنے بندے پر خود رحم آجاتا ہے اور پھر تمام بلاؤں سے اُسے بچاتا ہے۔

گناہ سے بچو ، نماز ادا کرو، دین کو دنیا پر مقدم رکھو ۔ خدا تعالیٰ کا سچا غلام وہی ہوتا ہے جو دین کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم ،ص233)

خدائے پاک کو پانے کا طریق

موت کو یاد رکھو کہ وہ تمہارے نزدیک آتی جاتی ہے اور تم اس سے بے خبر ہو۔ کوشش کرو کہ پاک ہو جاؤ کہ انسان پاک کو تب پاتا ہے کہ خود پاک ہوجاوے مگر تم اِس نعمت کو کیونکر پاسکو۔ اِس کا جواب خود خدا نے دیا ہے جہاں قرآن میں فرماتا ہے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ

یعنی نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو۔ نماز کیا چیز ہے۔ وہ دُعا ہے جو تسبیح، تحمید، تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے۔ سو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کیطرح اپنی دُعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو۔ کیونکہ ان کی نماز اور انکا استغفار سب رسمیں ہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسُول کا کلام ہے، باقی اپنی تمام عام دُعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظ متضرعانہ ادا کرلیا کرو تا کہ تمہارے دلوں پر اس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19، ص68)

پنجوقتہ نماز میں چار کمالات کے حصول کی دُعا

ہم نماز میں یہ دُعا کرتے ہیں کہ اھدنا الصّراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اس سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنے ترقی ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کیلئے چار قسم کے نشان چار کمال کے رنگ میں چاہتے ہیں نبیوں کا کمال ۔صدیقوں کا کمال ۔صلحاء کا کمال۔شہیدوں کا کمال ۔سو نبی کا خاص کمال یہ ہے کہ خدا سے ایسا علم غیب پاوے جو بطور نشان کے ہو اور صدیق کا کمال یہ ہے کہ صدق کے خزانہ پر ایسے کامل طور پر قبضہ کرے یعنی ایسے اکمل طور پر کتاب اللہ کی سچائیاں اسکو معلوم ہو جائیں کہ وہ بوجہ خارق عادت ہونے کے نشان کی صورت پر ہوں ۔ اور اس صدیق کے صدق پر گواہی دیں۔ اور شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوّت ایمانی اور قوّت اخلاقی اور ثابت قدمی دِکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہوجائے۔ اور مرد صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر ایک قسم کے فساد سے دور ہوجائے اور مجسم صلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اس کی خارق عادت ہونیکی وجہ سے بطور نشان

مانی جائے۔ سو یہ چاروں قسم کے کمال جو ہم پانچ وقت خدا تعالیٰ سے نماز میں مانگتے ہیں۔ یہ دوسرے لفظوں میں ہم خداتعالیٰ سے آسمانی نشان طلب کرتے ہیں اور جس میں یہ طلب نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔

ہماری نماز کی حقیقت یہی طلب ہے جو ہم چار رنگوں میں پنجوقت خداتعالیٰ سے چار نشان مانگتے ہیں اور اسطرح پر زمین پر خدا تعالیٰ کی تقدیس چاہتے ہیں تا ہماری زندگی انکار اور شک اور غفلت کی زندگی ہوکر زمین کو پلید نہ کرے اور ہر ایک شخص خدا تعالیٰ کی تقدیس تبھی کرسکتا ہے کہ جب وہ یہ چاروں قسم کے نشان خدا تعالیٰ سے مانگتا رہے ۔ حضرت مسیح نے بھی مختصر لفظوں میں یہی سکھایا تھا۔

دیکھو متی باب 8 آیت 9

’’پس تم اسی طرح دُعا مانگو کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے۔ تیرے نام کی تقدیس ہو‘‘۔

(تریاق القلوب ،روحانی خزائن جلد 15،ص 515 تا 516)

نفلی نمازیں اور خداتعالیٰ کے ساتھ سچّا تعلق

انسان کو صرف پنجگانہ نماز اور روزوں وغیرہ احکام کی ظاہری بجا آوری پر ہی ناز نہیں کرنا چاہیے کہ نماز پڑھنی تھی پڑھ

لی ۔ روزے رکھنے تھے رکھ لیے ، زکوٰۃ دینی تھی دے دی وغیرہ نوافل ہمیشہ نیک اعمال کے متمم و مکمل ہوتے ہیں۔ اور یہی ترقیات کا موجب ہوتا ہے۔ مومن کی تعریف یہ ہے کہ خیرات و صدقہ وغیرہ جو خدا نے اس پر فرض* ٹھہرایا ہے بجالاوے اور ہر ایک کارخیر کے کرنے میں اس کو ذاتی محبت ہو اور کسی تصنّع و نمائش و ریا کو اسمیں دخل نہ ہو۔ یہ حالت مومن کی اس کے سچّے اخلاص اور تعلق کو ظاہر کرتی ہے۔ اور ایک سچّا اور مضبوط رشتہ اسکا اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدا کردیتی ہے۔ اسوقت اللہ تعالیٰ اس کی زبان ہوجاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے کان ہوجاتا ہے ۔ جن سے وہ سُنتا ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہے جس سے وہ کام کرتا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم ،ص343)

*البدر میں یوں لکھا ہے کہ : ” مومن کی تعریف یہ ہے کہ خیرات اور صدقہ وغیرہ جو کہ خدا نے اس پر فرض تو نہیں کیے مگر وہ اپنی ذاتی محبت سے ان کو بجا لاتا ہے اسوقت اس کا ایک خاص تعلق خدا سے ہوتا ہے“۔

نوافل کی حقیقت

حدیث میں آیا ہے کہ مومن نوافل کے ساتھ خداتعالیٰ کا

قرب حاصل کرتا ہے۔ نوافل سے مُراد یہ ہے کہ خدمت مقرر کردہ میں زیادتی کی جاوے ہر ایک خیر کے کام میں دُنیا کا بندہ تھوڑا سا کر کے سُست ہو جاتا ہے۔ لیکن مومن زیادتی کرتا ہے۔ نوافل صرف نماز سے ہی مختص نہیں بلکہ ہر ایک حسنات میں زیادتی کرنا نوافل ادا کرنا ہے۔ مومن محض خداتعالیٰ کی خوشنودی کیلئے اُن نوافل کی فکر میں لگا رہتا ہے ۔ کہ اس کے دِل میں ایک درد ہے جو اُسے بے چین کرتا ہے اور وہ دن بدن نوافل و حسنات میں ترقی کرتا جاتا ہے اور بالمقابل خداتعالیٰ بھی اس کے قریب ہوتا جا تا ہے۔ حتیٰ کہ مومن اپنی ذات کو فنا کر کے خداتعالیٰ کے سایہ تلے آجاتا ہے۔ اس کی آنکھ خداتعالیٰ کی آنکھ۔ اس کے کان خداتعالیٰ کے کان ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ کسی معاملہ میں خداتعالیٰ کی مخالفت نہیں کرتا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کی زبان خدا تعالیٰ کی زبان اور اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہو جاتا ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم،ص 30)

خوش قسمت بننے کا طریق......نماز

خوش قسمت وہ شخص نہیں ہے جس کو دنیا کی دولت ملے اور وہ اس دولت کے ذریعہ ہزاروں آفتوں اور مصیبتوں کا مورد بن جائے بلکہ خوش قسمت وہ ہے جس کو ایمان کی دولت مِلے ۔

اور وہ خدا کی ناراضگی اور غضب سے ڈرتا رہے اور ہمیشہ اپنے آپ کو نفس اور شیطان کے حملوں سے بچا تا رہے کیونکہ خداتعالیٰ کی رضا کو وہ اس طرح پر حاصل کرے گا۔ مگر یادرکھو کہ یہ بات یونہی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ تم نمازوں میں دُعائیں کرو کہ خداتعالیٰ تم سے راضی ہوجاوے۔ اور وہ تمہیں توفیق اور قوّت عطا فرمائے کہ تم گناہ آلود زندگی سے نجات پاؤ کیونکہ گناہوں سے بچنا اسوقت تک ممکن نہیں جب تک اس کی توفیق شاملِ حال نہ ہو اور اسکا فضل عطا نہ ہو اور یہ توفیق اور فضل دُعا سے مِلتا ہے۔ اس واسطے نمازوں میں دُعا کرتے رہو کہ اے اللہ! ہم کو ان تمام کاموں سے جو گناہ کہلاتے ہیں اور جو تیری مرضی اور ہدایت کے خلاف ہیں بچا اور ہر قسم کے دُکھ اور مصیبت اور بلا سے جو ان گناہوں کا نتیجہ ہے بچا اور سچّے ایمان پر قائم رکھ (آمین)۔ کیونکہ انسان جس چیز کی تلاش کرتا ہے وہ اس کو ملتی ہے اور جس سے لاپروائی کرتا ہے اس سے محروم رہتا ہے۔

جوئندہ یابندہ مثل مشہور ہے۔ مگر جو گناہ کی فکر نہیں کرتے اور خداتعالیٰ سے نہیں ڈرتے وہ پاک نہیں ہوسکتے۔ گناہوں سے وُہی پاک ہوتے ہیں جن کو یہ فکر لگی رہتی ہے۔

(ملفوظات جلد سوم، ص 608)

قضاء وقدر بھی حق ہے اور دُعا کا فائدہ بھی حق

یہ بات یاد رہے کہ اگرچہ قضاء وقدر میں سب کچھ مقرر ہو چکا ہے۔ مگر قضاء وقدر نے علوم کو ضائع نہیں کیا۔ سو جیسا کہ باوجود تسلیم مسئلہ قضاوقدر کے ہر ایک کو علمی تجارب کے ذریعے سے ماننا پڑتا ہے کہ بے شک دواؤں میں خواص پوشیدہ ہیں اور اگر مرض کے مناسب حال کوئی دوا استعمال ہو تو خداتعالیٰ کے فضل وکرم سے بے شک مریض کو فائدہ ہوتا ہے..................... سوایسا ہی علمی تجارب کے ذریعہ سے ہر ایک عارف کو ماننا پڑا ہے کہ دُعا کا قبولیت کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ ہم اس راز کو معقولی طور پر دوسروں کے دلوں میں بٹھا سکیں یا نہ بٹھا سکیں مگر کروڑہا راستبازوں کے تجارب نے اور خود ہمارے تجربہ نے اس مخفی حقیقت کو ہمیں دکھلا دیا ہے کہ ہمارا دُعا کرنا ایک قوت مقناطیسی رکھتا ہے اور فضل اور رحمتِ الٰہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے نماز کا مغز اور رُوح بھی دُعا ہی ہے جو سورۃ فاتحہ میں ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔ جب ہم اھدنا الصراط المستقیم کہتے ہیں تو اس دُعا کے ذریعہ سے اس نور کو اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ سے اُترتا اور دلوں کو یقین اور محبت سے منور کرتا ہے۔

(کتاب ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14، ص 240 تا 241)

باب X

نماز اصل میں دُعا کیلئے ہے کہ ہر مقام پر دُعا کرے

نماز اصل میں دُعا کیلئے ہے کہ ہر ایک مقام پر دُعا کرے ، لیکن جو شخص سویا ہوا نماز ادا کرتا ہے کہ اُسے اس کی خبر ہی نہیں ہوتی تو وہ اصل میں نماز نہیں جیسے دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ پچاس پچاس سال نماز پڑھتے ہیں لیکن ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا حالانکہ نماز وہ شئے ہے کہ جس سے پانچ دن میں روحانیت حاصل ہو جاتی ہے۔ بعض نمازیوں پر خدا تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے جیسے فرماتا ہے۔

فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ (الماعون: 5) وَیلٌ کے معنٰی لعنت کے بھی ہوتے ہیں۔ پس چاہیے کہ ادائیگی نماز میں انسان سُست نہ ہو اور نہ غافل ہو۔ **ہماری جماعت اگر جماعت بننا چاہتی ہے تو اُسے چاہیے کہ ایک موت اختیار کرے۔** نفسانی اُمور اور نفسانی اغراض سے بچے اور اللہ تعالیٰ کو سب شئے پر مقدم رکھے۔ بہت سی ریاکاریوں اور بیہودہ باتوں سے انسان تباہ ہو جاتا ہے ۔ پوچھا جاوے تو لوگ کہتے ہیں کہ برادری کے بغیر

گذارہ نہیں ہوسکتا ۔ ایک حرام خور کہتا ہے کہ بغیر حرام خوری کے گذارہ نہیں ہوسکتا جب ہر ایک حرام گزارہ کیلئے اُنہوں نے حلال کرلیا تو پوچھو کہ خدا کیا رہا ؟ اور تم نے خدا کے واسطے کیا کیا ؟ ان سب باتوں کو چھوڑنا موت ہے جو بیعت کرکے اس موت کو اختیار نہیں کرتا تو پھر یہ شکایت نہ کرے کہ مجھے بیعت سے فائدہ نہیں ہوا۔ جب ایک انسان ایک طبیب کے پاس جاتا ہے تو جو پرہیز وہ بتلاتا ہے اگر اسے نہیں کرتا تو کب شفا پاسکتا ہے لیکن اگر وہ کرے گا تو یوماً فیوماً ترقی کرے گا۔ یہی اُصول یہاں بھی ہے۔

(ملفوظات جلد سوم، ص 457 تا 458)

نماز کو رسم اور عادت کے رنگ میں پڑھنا مفید نہیں

صرف ظاہری اعمال سے جو رسم اور عادت کے رنگ میں کیے جاتے ہیں کچھ نہیں بنتا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ میں نماز کی تحقیر کرتا ہوں ۔ وہ نماز جس کا ذکر قرآن میں ہے اور وہ معراج ہے بھلا ان نمازیوں سے کوئی پوچھے تو سہی کہ ان کو سورۃ فاتحہ کے معنٰی بھی آتے ہیں ۔ پچاس پچاس برس کے نمازی ملیں گے مگر نماز کا مطلب اور حقیقت پوچھو تو اکثر بے خبر ہوں گے حالانکہ تمام دنیوی علوم ان علوم کے سامنے ہیچ ہیں۔

بایں دنیوی علوم کے واسطے تو جان توڑ محنت اور کوشش کی جاتی ہے اور اِس طرف سے ایسی بے التفاتی ہے کہ اسے جنتر منتر کی طرح پڑھ جاتے ہیں۔میں تو یہاں تک بھی کہتا ہوں کہ اس بات سے مت رکو کہ نماز میں اپنی زبان میں دُعائیں کرو۔ بے شک اُردو میں، پنجابی میں ،انگریزی میں، جو جس کی زبان ہو اسی میں دعا کرے۔مگر ہاں یہ ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو اسی طرح پڑھو۔اس میں اپنی طرف سے کچھ دخل مت دو۔اس کو اسی طرح پڑھو اور معنیٰ سمجھنے کی کوشش کرو۔اسی طرح ماثورہ دعاؤں کا بھی اسی زبان میں التزام رکھو۔قرآن اور ماثورہ دعاؤں کے بعد جو چاہو خدا تعالیٰ سے مانگو اور جس زبان میں چاہو مانگو۔وہ سب زبانیں جانتا ہے۔سُنتا ہے،قبول کرتا ہے۔
اگر تم اپنی نماز کو باحلاوت اور پُر ذوق بنانا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ اپنی زبان میں کچھ نہ کچھ دعائیں کرو۔مگر اکثر یہی دیکھا گیا ہے کہ نمازیں تو ٹکریں مار کر پوری کر لی جاتی ہیں پھر لگتے ہیں دعائیں کرنے ۔نماز تو ایک ناحق کا ٹیکس ہوتا ہے۔اگر کچھ اخلاص ہوتا ہے تو نماز کے بعد میں ہوتا ہے۔یہ نہیں سمجھتے کہ نماز خود دعا کا نام ہے جو بڑے عجز،انکسار،خلوص اور اضطراب سے مانگی جاتی ہے۔بڑے بڑے عظیم الشان کاموں کی کنجی

صرف دعا ہی ہے ۔خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھولنے کا پہلا مرحلہ دعا ہی ہے۔

نماز کو رسم اور عادت کے رنگ میں پڑھنا مفید نہیں بلکہ ایسے نمازیوں پر تو خود اللہ تعالیٰ نے لعنت اور ویل بھیجا ہے چہ جائیکہ ان کی نماز کو قبولیت کا شرف حاصل ہو۔ فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ (الماعون: 5) خود خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یہ ان نمازیوں کے حق میں ہے جو نماز کی حقیقت سے اور اس کے مطالب سے بے خبر ہیں۔صحابہؓ تو خود عربی زبان رکھتے تھے اور اس کی حقیقت کو خوب سمجھتے تھے مگر ہمارے واسطے یہ ضروری ہے کہ اس کے معانی سمجھیں اور اپنی نماز میں اس طرح حلاوت پیدا کریں ۔مگر ان لوگوں نے تو ایسا سمجھ لیا ہے جیسے کہ دوسرا نبی آگیا ہے اور اس نے گویا نماز کو منسوخ ہی کر دیا ہے۔

دیکھو خدا تعالیٰ کا اس میں فائدہ نہیں بلکہ خود انسان ہی کا اس میں بھلا ہے کہ اس کو خدا تعالیٰ کی حضوری کا موقع دیا جاتا ہے اور عرض معروض کرنے کی عزّت عطا کی جاتی ہے۔ جس سے یہ بہت سی مشکلات سے نجات پاسکتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ لوگ کیونکر زندگی بسر کرتے ہیں جن کا دن بھی گذر جاتا ہے اور رات بھی گذر جاتی ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ

اُن کا کوئی خدا بھی ہے ۔ یاد رکھوکہ ایسا انسان آج بھی ہلاک ہوا اور کل بھی۔

میں ایک ضروری نصیحت کرتا ہوں ۔ کاش لوگوں کے دِل میں پڑ جاوے ۔ دیکھو عمر گذری جارہی ہے۔غفلت کو چھوڑ دو اور تضّرع اختیار کرو۔ اکیلے ہو ہوکر خداتعالیٰ سے دُعا کرو کہ خدا ایمان کو سلامت رکھے اور تم پر وہ راضی اور خوش ہو جائے۔
(ملفوظات جلد پنجم،ص 660 تا 661)

رسم اور چیز ہے اور صلوٰۃ اور چیز

اگر دس دن بھی نماز کو سنوار کر پڑھیں تو تنویر قلب ہوجاتی ہے یادرکھو رسم اور چیز ہے اور صلوٰۃ اور چیز۔صلوٰۃ ایسی چیز ہے کہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب کا کوئی قریب ذریعہ نہیں یہ قرب کی کُنجی ہے اس سے کشوف ہوتے ہیں ۔ اِسی سے الہامات اور مکالمات ہوتے ہیں۔ یہ دُعاؤں کے قبول ہونے کا ایک ذریعہ ہے لیکن اگر کوئی اس کو اچھی طرح سے سمجھ کر ادا نہیں کرتا تو وہ رسم اور عادت کا پابند ہے۔
(الحکم جلد 6 نمبر 38 مورخہ 24 اکتوبر 1902ء،ص 11-12)
(تفسیر سورۃ البقرہ،ص 51)

باب XI

سورۃ الفاتحہ اور نماز

دراصل اسی دُعا کا نام نماز ہے۔ اور جب تک انسان اس دُعا کو دردِ دِل کے ساتھ خدا کے حضور میں کھڑے ہوکر نہ پڑھے اور اس سے وہ عقدہ کشائی نہ چاہے جس عقدہ کشائی کیلئے یہ دُعا سکھلائی گئی ہے۔ تب تک اُس نے نماز نہیں پڑھی ۔ اور اس نماز میں تین چیزیں سکھلائی گئی ہیں۔

1- اوّل خداتعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کی توحید تا انسان چاند، سورج اور دوسرے جھوٹے دیوتاؤں سے مُنہ پھیر کر صرف اسی سچّے دیوتا کا ہوجائے اور اِس کی رُوح سے یہ آواز نکلے کہ

اِیَّاکَ نَعبُدُ و اِیَّاکَ نَستَعِینَ ٥(الفاتحہ:5)

یعنی میں تیرا ہی پرستار ہوں اور تجھ سے ہی مدد چاہتا ہوں اور دوسرے یہ سکھلایا گیا ہے کہ وہ اپنی دُعاؤں میں اپنے بھائیوں کو شریک کرے اور اس طرح پر بنی نوع کا حق ادا کرے اس لیے دُعا میں اِھدِنَا کا لفظ آیا ہے جس کے یہ معنٰی

ہیں کہ اے ہمارے خدا ہم سب لوگوں کو اپنی سیدھی راہ دکھلا یہ معنٰی نہیں کہ مجھ کو اپنی سیدھی راہ دِکھا۔ پس اس طور کی دُعا سے جو جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے بنی نوع کا حق بھی ادا ہوجاتا ہے۔اور تیسرے اس دُعا میں یہ سکھانا مقصود ہے کہ ہماری حالت کو صرف خشک ایمان تک محدود نہ رکھ بلکہ ہمیں وہ روحانی نعمتیں عطا کر جو تو نے پہلے راستبازوں کو دی ہیں اور پھر کہا کہ یہ دُعا بھی کرو کہ ہمیں ان لوگوں کی راہوں سے بچا جن کو روحانی آنکھیں عطا نہیں ہوئیں۔ آخر انہوں نے ایسے کام کیے جن سے اسی دنیا میں غضب اُن پر نازل ہوا ۔ اور یا اس دنیا میں غضب سے تو بچے مگر گمراہی کی موت سے مَرے اور آخرت کے غضب میں گرفتار ہوئے خلاصہ دُعا کا یہ ہے کہ جس کو خدا روحانی نعمتیں عطا نہ کرے اور دیکھنے والی آنکھیں نہ بخشے۔ اور دل کو یقین اور معرفت سے نہ بھرے آخر وہ تباہ ہوجاتا ہے اور پھر اس کی شوخیوں اور شرارتوں کی وجہ سے اسی دنیا میں اس پر غضب پڑتا ہے۔ کیونکہ وہ پاکوں کے حق میں بد زبانی کرتا ہے۔ اور کتوں کیطرح زبان نکالتا ہے۔

(نسیم دعوت ،روحانی خزائن جلد 19،ص 419 تا 420)

سورۃ الفاتحہ کا نماز میں پڑھنا لازمی ہے

سورۃ الفاتحہ کا نماز میں پڑھنا لازمی ہے اور یہ دُعا ہی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصل دُعا نماز ہی میں ہوتی ہے چنانچہ اس دُعا کو اللہ تعالیٰ نے یوں سِکھایا ہے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ o الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمُ .... الخ

یعنی دُعا سے پہلے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جاوے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے لیے روح میں ایک جوش اور محبت پیدا ہو اس لیے فرمایا: الحمد للہ سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں رَبِّ الْعَالَمِیْن سب کو پیدا کرنے والا اور پالنے والا۔ الرحمٰن جو بلا عمل اور بن مانگے دینے والا ہے۔ الرحیم پھر عمل پر بھی بدلہ دیتا ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دیتا ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْن ہر بدلہ اُسکے ہاتھ میں ہے۔ نیکی بدی سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ پورا اور کامل موحد تب ہی ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْن تسلیم کرتا ہے۔ دیکھو حکام کے سامنے جا کر ان کو سب کچھ تسلیم کر لینا یہ گناہ ہے اور اس سے شرک لازم آتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حاکم بنایا ہے۔ ان کی اطاعت

ضروری ہے۔ مگر ان کو خدا ہرگز نہ بناؤ۔ انسان کا حق انسان کو اور خداتعالیٰ کا حق خداتعالیٰ کو دو۔ پھر یہ کہو اِیّـاكَ نَـعْبُـدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَـعِیْـنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ اهدناالصراط المستقیم .... الخ

ہم کو سیدھی راہ دکھا یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کئے اوروہ نبیوں ، صدیقوں ، شہیدوں اور صالحین کا گروہ ہے اس گروہ میں اُن تمام گروہوں کے فضل اور انعام کو مانگا گیا ہے ان لوگوں کی راہ سے بچا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور جو گمراہ ہوئے۔

(الحکم 24 جون 1902ء ص2، ازتفسیر سورۃ الفاتحہ،ص22)

دُعا میں سورۃ الفاتحہ کے تکرار کا اثر

نماز میں سورۃ الفاتحہ کی دُعا کا تکرار نہایت موثر چیز ہے کیسی بے ذوقی و بے مزگی ہو۔ اس عمل کو برابر جاری رکھنا چاہیے یعنی کبھی تکرار آیت ایاك نعبدو ایاك نستعین کا اور کبھی تکرار آیت اهدناالصراط المستقیم کا اور سجدہ میں یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ

(الحکم 20 فروری 1898ء ص 9)
(ازتفسیر سورۃ الفاتحہ ص 22)

سورۃ الفاتحہ کا ورد نماز میں بہتر ہے۔بہتر ہے کہ نماز تہجّد میں اِھدِنَا الصِّراط الْمُسْتَقِیْمُ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کا بدلی توجہ وخضوع وخشوع تکرار کریں اور اپنے دل کو نزول انوارِ الٰہیّہ کے لیے پیش کریں اور کبھی تکرار آیت اِیّاکَ نَعبُدُ وَ اِیّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا کیا کریں۔ ان دونوں آیتوں کا تکرار انشاء اللہ القدیر تنویر قلب وتزکیہ نفس کا موجب ہوگا۔

(الحکم 24 جون 1903ء ص 3 از تفسیر سورۃ الفاتحہ ص 22 تا 23)

سورۃ الفاتحہ ایک غیر محدود دُعا

پس خلاصہ یہ ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دُعا انسان کو کجی سے نجات دیتی ہے۔ اور اُس پر دین قویم کو واضح کرتی ہے۔ اور اُس کو ویران گھر سے نکال کر پھلوں اور خوشبوؤں بھرے باغات میں لے جاتی ہے اور جو شخص بھی اُس دُعا میں زیادہ آہ وزاری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو خیر و برکت میں بڑھاتا ہے۔ دُعا سے ہی نبیوں نے خدائے رحمٰن کی محبت حاصل کی اور اپنے آخری وقت تک ایک لحظہ کیلئے بھی دُعا کو نہ چھوڑا اور کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اس دُعا سے لاپرواہ ہو، یا اس مقصد سے منہ پھیرے خواہ وہ نبی ہو یا رسولوں میں سے۔ کیونکہ رشد اور ہدایت کے مراتب کبھی ختم نہیں ہوتے بلکہ

وہ بے انتہا ہیں اور عقل و دانش کی نگاہیں ان تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دُعا سکھائی اور اسے نماز کا مدار ٹھہرایا تا لوگ اسکی ہدایت سے فائدہ اُٹھائیں اور اس کے ذریعہ توحید کو مکمل کریں اور (خدا تعالیٰ کے) وعدوں کو یاد رکھیں ۔اور مشرکوں کے شرک سے نجات پاویں۔ اس دُعا کے کمالات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ لوگوں کے تمام مراتب پر حاوی ہے اور ہر فرد پر بھی حاوی ہے۔ **وہ ایک غیر محدود دُعا ہے جس کی کوئی حدبندی یا انتہا نہیں اور نہ اس کی کوئی غایت یا کنارہ ہے۔ پس مبارک ہیں وہ لوگ جو خدا کے عارف بندوں کی طرح اس دُعا پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔** زخمی دلوں کے ساتھ جن سے خون بہتا ہے اور ایسی روحوں کے ساتھ جو زخموں پر صبر کرنے والی ہوں اور نفوسِ مطمئنّہ کے ساتھ ۔ یہ وہ دُعا ہے جو ہر خیر، سلامتی، پختگی اور استقامت پر مشتمل ہے اور اس دُعا میں ربّ العالمین کیطرف سے بڑی بشارتیں ہیں۔

(تفسیر سورۃ الفاتحہ،ص 233 تا 234، حاشیہ)

فاتحہ کی سات آیات کی حکمت

’’سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں اسی واسطے رکھی ہیں کہ

دوزخ کے سات دروازے ہیں۔ پس ہر ایک آیت گویا ایک دروازہ سے بچاتی ہے“۔

(ملفوظات جلد اوّل ،ص396)

سورۃ فاتحہ کی جامع تفسیر

الحمد للہ سے قرآن شریف اسی لیے شروع کیا گیا ہے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کیطرف ایما ہو۔ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ سے پایا جاتا ہے کہ جب انسانی کوششیں تھک کر رہ جاتی ہیں، تو آخر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

دُعا کامل تب ہوتی ہے کہ ہر قسم کی خیر کی جامع ہو اور ہر شر سے بچاوے۔ پس اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ میں سارے خیر جمع ہیں۔ اور غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ میں سب شروں حتّٰی کہ دجّالی فتنہ سے بچنے کی دُعا ہے۔ مَغۡضُوۡب سے بالاتفاق یہودی اور الضَّآلِّیۡنَ سے نصاریٰ مُراد ہیں۔ اب اگر اس میں کوئی رمز اور حقیقت نہ تھی، تو اس دُعا کی تعلیم سے کیا غرض تھی؟ اور پھر ایسی تاکید کہ اس دُعا کے بدُوں نماز ہی نہیں ہوتی اور ہر رکعت میں اُس کا پڑھا جانا ضروری قرار دیا۔ بھید اس میں یہی تھا کہ یہ ہمارے زمانہ کیطرف ایماء ہے۔

اس وقت صراط مستقیم یہی ہے جو ہماری راہ ہے

(ملفوظات جلد اوّل،ص 396 تا 397)

باب XII

اقامتِ صلوٰۃ

متّقی کی شان میں آیا ہے

وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلوٰۃَ (البقرۃ: 4)

یعنی وہ نماز کو کھڑی کرتا ہے یہاں لفظ کھڑی کرنے کا آیا ہے۔ یہ بھی اس تکلّف کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ جو متقی کا خاصہ ہے۔ یعنی جب وہ نماز شروع کرتا ہے تو طرح طرح کے وساوس کا اُسے مقابلہ ہوتا ہے۔ جن کے باعث اس کی نماز گویا بار بار گری پڑتی ہے۔ جس کو اُس نے کھڑا کرنا ہے۔ جب اُس نے اللہ اکبر کہا تو ایک ہجومِ وساوس ہے جو اُس کے حضورِ قلب میں تفرقہ ڈال رہا ہے۔ وہ اُن سے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔ پریشان ہوتا ہے۔ ہر چند حضور وذوق کیلئے لڑتا مرتا ہے، لیکن نماز جو ِگری پڑتی ہے۔ بڑی جان کنی سے اُسے کھڑا کرنے کی فکر میں ہے۔ بار بار اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کہہ کر نماز کے قائم کرنیکے لیے دُعا مانگتا ہے اور ایسے الصراط المستقیم کی ہدایت چاہتا ہے جس سے اُس کی نماز کھڑی ہوجائے۔ ان وساوس

کے مقابل میں متقی ایک بچّہ کی طرح ہے جو خدا کے آگے گڑگڑاتا ہے، روتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اَخۡلَدَ اِلَی الۡاَرۡضِ (الاعراف : 177) ہورہا ہوں سو یہی وہ جنگ ہے جو متقی کو نماز میں نفس کے ساتھ کرنی ہوتی ہے اور اسی پر ثواب مترتب ہوگا۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نماز میں وساوس کو فی الفور دور کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ ویقیمون الصلوٰۃ کی منشاء کچھ اور ہے۔ کیا خدا نہیں جانتا؟ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے کہ ثواب اسوقت تک ہے جب تک مجاہدات ہیں اور جب مجاہدات ختم ہوئے، تو ثواب ساقط ہوجاتا ہے۔ گویا صَوم و صلوٰۃ اس وقت تک اعمال ہیں جب تک ایک جدوجہد سے وساوس کا مقابلہ ہے، لیکن جب اُن میں ایک اعلیٰ درجہ پیدا ہوگیا اور صاحب صوم و صلوٰۃ تقویٰ کے تکلف سے بچ کر صلاحیت سے رنگین ہوگیا، تو اب صوم و صلوٰۃ اعمال نہیں رہے۔ اس موقع پر انہوں نے سوال کیا کہ کیا اب نماز معاف ہو جاتی ہے؟ کیونکہ ثواب تو اس وقت تھا جس وقت تک تکلف کرنا پڑتا تھا۔ سو بات یہ ہے کہ نماز اب عمل نہیں بلکہ ایک انعام ہے۔ یہ نماز اس کی ایک غذا ہے، جو اس کے لیے قرۃ العین ہے۔ یہ گویا نقد بہشت ہے۔ (ملفوظات جلد اوّل، ص 18 تا 19)

تقویٰ کے تین مراتب

یادرکھو اِتّقاء تین قسم کا ہوتا ہے۔ پہلی قسم اِتّقا کی عِلمی رنگ رکھتی ہے۔ یہ حالت ایمان کی صورت میں ہوتی ہے۔ دوسری قسم عملی رنگ رکھتی ہے۔جیسا کہ یُقِیۡمُوۡنَ الصّلوٰۃ میں فرمایاہے۔

انسان کی وہ نمازیں جوشبہات اور وساوس میں مبتلا ہیں کھڑی نہیں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یَقۡرَءُوۡنَ نہیں فرمایا بلکہ یُقِیۡمُوۡنَ فرمایا یعنی جوحق ہے اس کے ادا کرنے کا۔سنو! ہر ایک چیز کی ایک علّتِ غائی ہوتی ہے۔ اگر اس سے رہ جاوے تو وہ بے فائدہ ہوجاتی ہے۔

نماز میں سوزش

صلی جلنے کو کہتے ہیں۔ جیسے کباب بُھونا جاتا ہے۔ اِسی طرح نماز میں سوزش لازمی ہے۔ جبتک دِل بریان نہ ہو نماز میں لذّت اور سُرور پیدا نہیں ہوتا اور اصل تو یہ ہے کہ نماز ہی اپنے سچے معنوں میں اُسی وقت ہوتی ہے۔ نماز میں شرط ہے کہ وہ بجمیع شرائط ادا ہو۔ جبتک وہ ادا نہ ہو وہ نماز نہیں ہے اور نہ وہ کیفیت جو صلوٰۃ میں میلِ نماز کی ہے حاصل ہوتی ہے۔

یادرکھو صلوٰۃ میں حال اور قال دونوں کا جمع ہونا ضروری ہے۔بعض وقت اعلام تصویری ہوتا ہے۔ ایسی تصویر دکھائی جاتی ہے جس سے دیکھنے والے کو پتہ ملتا ہے کہ اُس کا منشاء یہ ہے۔ایسا ہی صلوٰۃ میں منشائے الٰہی کی تصویر ہے۔

نماز میں جیسے زبان سے کچھ پڑھا جاتا ہے ویسے ہی اعضاء و جوارح کی حرکات سے کچھ دکھایا بھی جاتا ہے جب انسان کھڑا ہوتاہے اور تحمید و تسبیح کرتا ہے، اس کا نام قیام رکھا گیا ہے۔ اب ہر ایک شخص جانتا ہے کہ حمد و ثناء کے مناسبِ حال قیام ہی ہے۔ بادشاہوں کے سامنے جب قصائد سُنائے جاتے ہیں، تو آخر کھڑے ہوکر ہی پیش کرتے ہیں ۔ تو اِدھر ظاہری طور پر قیام رکھا گیا ہے اور اُدھر زبان سے حمدوثناء بھی رکھی ہے۔ مطلب اِس کا یہی ہے کہ روحانی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو۔ حمد ایک بات پر قائم ہو کر کی جاتی ہے۔ جو شخص مصدّق ہو کر کسی کی تعریف کرتا ہے، تو ایک رائے پر قائم ہوجاتا ہے اس الحمد للہ کہنے والے کے واسطے یہ ضروری ہوا کہ وہ سچّے طور پر الحمدللہ اُسی وقت کہہ سکتا ہے کہ پورے طور پر اس کو یقین ہوجائے کہ جمیع اقسام محامد کے اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں۔ جب یہ بات دل میں انشراح کے ساتھ پیدا ہوگئی، تو یہ روحانی

قیام ہے۔ کیونکہ دل اس پر قائم ہوجاتا ہے اور پھر سمجھا جاتا ہے کہ وہ کھڑا ہے۔ حال کے موافق کھڑا ہوگیا، تاکہ روحانی قیام نصیب ہو۔

پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہتا ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کسی کی عظمت مان لیتے ہیں تو اس کے حضور جھکتے ہیں۔ عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کیلئے رکوع کرے۔ پس سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ زبان سے کہا اور حال سے جُھکنا دکھایا یہ اُس قول کے ساتھ حال دِکھایا پھر تیسرا قول ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔ اَعْلٰی افعل تفضیل ہے۔

یہ بالذّات سجدہ کو چاہتا ہے۔ اس لیے اُس کے ساتھ حالی تصویر سجدہ میں گرنا ہے۔ اِس اقرار کے مناسب حال ہیئت فی الفور اختیار کرلی۔

اس قال کے ساتھ تین حال جسمانی ہیں۔ ایک تصویر اس کے آگے پیش کی گئی ہے ہر ایک قسم کا قیام بھی کیا گیا ہے۔ زبان جو جسم کا ٹکڑا ہے اس نے بھی کہا اور وہ شامل ہوگئی۔

نماز میں وساوس کا علاج

تیسری چیز اور ہے وہ اگر شامل نہ ہو، تو نماز نہیں ہوتی۔

وہ کیا ہے؟ وہ قلب ہے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ قلب کا قیام ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر نظر کر کے دیکھے کہ در حقیقت وہ حمد بھی کرتا ہے اور کھڑا بھی ہے اور رُوح بھی کھڑا ہوا حمد کرتا ہے۔ جسم ہی نہیں بلکہ روح بھی کھڑا ہوا ہے۔ اور جب سبحان ربی العظیم کہتا ہے تو دیکھے کہ اتنا ہی نہیں کہ صرف عظمت کا اقرار ہی کیا ہے۔ نہیں بلکہ ساتھ ہی جُھکا بھی ہے اور اس کے ساتھ ہی رُوح بھی جُھک گیا ہے۔ پھر تیسری نظر میں خدا کے حضور سجدہ میں گرا ہے اِسکی علُوِشان کو ملاحظہ میں لاکر اس کے ساتھ ہی دیکھے کہ رُوح بھی الُوہیت کے آستانہ پر گری ہوئی ہے۔ غرض یہ حالت جب تک پیدا نہ ہولے۔ اُس وقت تک مطمئن نہ ہو، کیونکہ یقیمون الصّلوٰۃ کے معنٰی یہی ہیں۔ اگر یہ سوال ہو کہ یہ حالت پیدا کیونکر ہو تو اسکا جواب اتنا ہی ہے کہ نماز پر مداومت کی جائے اور وساوس اور شبہات سے پریشان نہ ہو۔ ابتدائی حالت میں شکوک و شبہات سے ایک جنگ ضرور ہوتی ہے اسکا علاج یہی ہے کہ نہ تھکنے والے استقلال اور صبر کے ساتھ لگا رہے اور خدا تعالیٰ سے دُعائیں مانگتا رہے آخر وہ حالت پیدا ہو جاتی ہے جسکا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل، ص287 تا 289)

اقامت صلوٰۃ سے اگلا درجہ

متقی کی دوسری صفت یہ ہے کہ یقیمون الصلوٰۃ یعنی وہ نماز کو کھڑی کرتے ہیں۔ متقی سے جیسا ہوسکتا ہے نماز کھڑی کرتا ہے۔ یعنی کبھی اسکی نماز گر پڑتی ہے پھر اسے کھڑا کرتا ہے یعنی متقی خداتعالیٰ سے ڈرا کرتا ہے اور وہ نماز کو قائم کرتا ہے۔ اس حالت میں مختلف قسم کے وساوس اور خطرات بھی ہوتے ہیں جو پیدا ہوکر اس کے حضور میں حارج ہوتے ہیں اور نماز کو گرادیتے ہیں۔ لیکن یہ نفس کی اس کشاکش میں بھی نماز کو کھڑا کرتا ہے۔ کبھی نماز گرتی ہے مگر یہ پھر اسے کھڑا کرتا اور یہی حالت اسکی رہتی ہے کہ وہ تکلف اور کوشش سے بار بار اپنی نماز کو کھڑا کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس کلام کے ذریعہ ہدایت عطا کرتا ہے۔ اسکی ہدایت کیا ہوتی ہے؟ اس وقت بجائے یقیمون الصلوٰۃ کے ان کی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ وہ اس کشمکش اور وساوس کی زندگی سے نکل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس غیب کے ذریعہ انھیں وہ مقام عطا کرتا ہے جس کی نسبت فرمایا ہے کہ بعض آدمی ایسے کامل ہوجاتے ہیں کہ نماز ان کیلئے بمنزلہ غذا ہوجاتی ہے اور نماز میں ان کو وہ لذّت اور ذوق عطا

کیا جاتا ہے ، جیسے سخت پیاس کے وقت ٹھنڈا پانی پینے سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ نہایت رغبت سے اسے پیتا ہے اور خوب سیر ہو کر حظ حاصل کرتا ہے یا سخت بھوک کی حالت ہو اور اسے نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا خوش ذائقہ کھانا مِل جاوے جس کو کھا کر وہ بہت ہی خوش ہوتا ہے۔ یہی حالت پھر نماز میں ہو جاتی ہے۔ وہ نماز اس کیلئے ایک قسم کا نشہ ہو جاتی ہے جس کے بغیر وہ سخت کرب اور اضطراب محسوس کرتا ہے۔ لیکن نماز کے ادا کرنے سے اُس کے دِل میں ایک خاص سُرور اور ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے جسکو ہر شخص نہیں پا سکتا اور نہ الفاظ میں یہ لذّت بیان ہو سکتی ہے اور انسان ترقی کر کے ایسی حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اُسے ذاتی محبت ہو جاتی ہے اور اس کو نماز کے کھڑے کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی اس لیے کہ وہ نماز اس کی کھڑی ہی ہوتی ہے اور ہر وقت کھڑی ہی رہتی ہے ۔اس میں ایک طبعی حالت پیدا ہو جاتی ہے اور ایسے انسان کی مرضی خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہوتی ہے۔ انسان پر ایسی حالت آتی ہے کہ اس کی محبت اللہ تعالیٰ سے محبتِ ذاتی کا رنگ رکھتی ہے۔ اس میں کوئی تکلف اور بناوٹ نہیں ہوتی جس طرح پر حیوانات اور دوسرے انسان اپنے ماکولات اور

مشروبات اور دوسری شہوات میں لذّت اٹھاتے ہیں اس سے بہت بڑھ چڑھ کر وہ مومن متقی نماز میں لذّت پاتا ہے۔ اس لیے نماز کو خوب سنوار سنوار کر پڑھنا چاہیے ۔ نماز ساری ترقیوں کی جڑ اور زینہ ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اس دین میں ہزاروں لاکھوں اولیاء اللہ، راستباز ، ابدال ، قطب گذرے ہیں۔ انھوں نے یہ مدارج اور مراتب کیونکر حاصل کیے ؟ اسی نماز کے ذریعہ سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قُرَّۃُعَیۡنِیۡ فِیۡ الصَّلٰوۃِ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور فی الحقیقت جب انسان اس مقام اور درجہ پر پہنچتا ہے تو اس کیلئے اکمل اتم لذّت نماز ہی ہوتی ہے اور یہی معنی آنحضرت ﷺ کے اِس ارشاد کے ہیں۔ پس کشاکشِ نفس سے انسان نجات پاکر اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

غرض یاد رکھو کہ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وہ ابتدائی درجہ اور مرحلہ ہے جہاں نماز بے ذوقی اور کشاکش سے ادا کرتا ہے، لیکن اس کتاب کی ہدایت ایسے آدمی کیلئے یہ ہے کہ اس مرحلہ سے نجات پاکر اس مقام پر جا پہنچتا ہے جہاں نماز اسکے لیے قرۃ العین ہو جاوے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس مقام پر متقی سے مُراد وہ شخص ہے جو نفسِ لوّامہ کی حالت میں ہے۔

(ملفوظات چہارم،ص 604 تا 606)

باب XIII

عبودیّت اور ربوبیّت کے رشتہ کی حقیقت

عورت اور مرد کا جوڑا تو باطل اور عارضی جوڑا ہے۔ میں کہتا ہوں حقیقی ابدی اور لذّتِ مجسم جو جوڑ ہے وہ انسان اور خدا تعالیٰ کا ہے۔ مجھے سخت اضطراب ہوتا اور کبھی کبھی یہ رنج میری جان کو کھانے لگتا ہے کہ ایک دن اگر کسی کو روٹی یا کھانے کا مزا نہ آئے، تو طبیب کے پاس جاتا اور کیسی کیسی منّتیں اور خوشامدیں کرتا ہے۔ روپیہ خرچ کرتا۔ دُکھ اٹھا تا ہے کہ وہ مزا حاصل ہو وہ نامرد جو اپنی بیوی سے لذّت حاصل نہیں کرسکتا۔ بعض اوقات گھبرا گھبرا کر خودکشی کے ارادے تک پہنچ جاتا ہے اور اکثر موتیں اس قسم کی ہوجاتی ہیں۔ مگر آہ ! وہ مریضِ دل وہ نامراد کیوں کوشش نہیں کرتا جس کو عبادت میں لذّت نہیں آتی ؟ اس کی جان کیوں غم سے نڈھال نہیں ہوجاتی دنیا اور اس کی خوشیوں کے لیے کیا کچھ کرتا ہے مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں پاتا۔ کِس قدر بے نصیب ہے! کیسا ہی محروم ہے! عارضی اور فانی لذّتوں کی تلاش کرتا ہے اور پا لیتا ہے ۔کیا ہوسکتا ہے کہ مستقبل اورابدی لذت

کے علاج نہ ہوں؟ ہیں اور ضرور ہیں۔ مگر تلاشِ حق میں مستقل اور پویہ قدم درکار ہیں۔ قرآن کریم میں ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے صالحین کی مثال عورتوں سے دی ہے۔ اس میں بھی سِر اور بھید ہے۔ ایمان لانے والوں کو مریم اور آسیہ سے مثال دی ہے۔ یعنی خداتعالیٰ مشرکین میں سے مومنوں کو پیدا کرتا ہے۔ بہر حال عورتوں سے مثال دینے میں دراصل ایک لطیف راز کا اظہار ہے۔ یعنی جس طرح عورت اور مرد کا باہم تعلق ہوتا ہے اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ ہے۔ اگر عورت اور مرد کی باہم موافقت ہو اور ایک دوسرے پر فریفتہ ہو تو وہ جوڑا ایک مبارک اور مفید جوڑا ہوتا ہے، ورنہ نظامِ خانگی بگڑ جاتا ہے اور مقصود بالذّات حاصل نہیں ہوتا ہے۔ مرد اور جگہ خراب ہوتا ہے صد ہا قسم کی بیماریاں لے آتا ہے۔ آتشک سے مجذوم ہوکر دنیا میں ہی محروم ہوجاتا ہے اور اگر اولاد ہو بھی جاوے تو کئی پُشت تک یہ سلسلہ برابر چلا جاتا ہے اور ادھر عورت بے حیائی کرتی پھرتی ہے اور عزت و آبرو کو ڈبو کر بھی سچّی راحت حاصل نہیں کرسکتی۔ غرض اس جوڑے سے الگ ہو کر کس قدر بدنتائج اور فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان روحانی جوڑے سے الگ ہوکر مجذوم اور مخذول ہوجاتا ہے۔ دنیاوی جوڑے سے زیادہ رنج و مصائب کا نشانہ بنتا ہے جیسا کہ عورت اور مرد کے

جوڑے سے ایک قسم کی بقا کیلئے حظ ہے اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کے جوڑے میں ایک اَبدی بقا کے لیے حظ موجود ہے۔ صوفی کہتے ہیں جس کو یہ حظ نصیب ہو جاوے وہ دنیا و مافیہا کے تمام حظوظ سے بڑھ کر ترجیح رکھتا ہے۔ اگر ساری عمر میں ایک بار بھی اسکو معلوم ہو جائے تو اُس میں ہی فنا ہوجاوے لیکن مشکل تو یہ ہے کہ دنیا میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اس راز کو نہیں سمجھا اور ان کی نمازیں صرف ٹکریں ہیں اور اوپرے دل کے ساتھ ایک قسم کی قبض اور تنگی سے صرف نشست و برخاست کے طور پر ہوتی ہیں۔ مجھے اور بھی افسوس ہوتا ہے، جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ صرف اس لیے نمازیں پڑھتے ہیں کہ وہ دنیا میں معتبر اور قابل عزت سمجھے جاویں اور پھر اس نماز سے یہ بات ان کو حاصل ہوجاتی ہے ، یعنی وہ نمازی اور پرہیزگار کہلاتے ہیں۔ پھر ان کو کیوں یہ کھا جانے والا غم نہیں لگتا کہ جب جھوٹ موٹ اور بیدل کی نماز کو یہ مرتبہ حاصل ہوسکتا ہے تو کیوں ایک سچّے عابد بننے سے ان کو عزّت نہ مِلے گی اور کیسی عزت ملے گی۔

(ملفوظات جلد اوّل،ص 102 تا 103)

غیر اللہ کی طرف رجوع

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ نماز جو اپنے اصلی معنوں میں نماز ہے، دُعا سے حاصل ہوتی ہے۔ غیر اللہ سے سوال کرنا مومنانہ غیرت کے صریح اور سخت مخالف ہے، کیونکہ یہ مرتبہ دُعا کا اللہ ہی کے لیے ہے۔ جبتک انسان پورے طور پر خفیف ہوکر اللہ تعالیٰ ہی سے سوال نہ کرے اور اُسی سے نہ مانگے سچ سمجھو کہ وہ حقیقی طور پر سچا مسلمان اور سچا مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ اسلام کی حقیقت ہی یہ ہے کہ اسکی تمام طاقتیں اندرونی ہوں یا بیرونی، سب کی سب اللہ تعالیٰ ہی کے آستانہ پر گری ہوتی ہوں۔ جس طرح ایک بڑا انجن بہت سی کلوں کو چلاتا ہے پس اسی طور پر جب تک انسان اپنے ہر کام اور ہر حرکت و سکون کو اُسی انجن کی طاقت عظمٰی کے ماتحت نہ کرلیوے وہ کیونکر اللہ تعالیٰ کی اُلوہیّت کا قائل ہوسکتا ہے اور اپنے آپ کو اِنّـــــــی وَجَّهۡتُ وَجۡهِىَ لِلَّذِىۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡض (الانعام: 80) کہتے وقت واقعی حنیف کہہ سکتا ہے؟ جیسے مُنہ سے کہتا ہے، ویسے ہی ادھر کیطرف متوجہ ہوتو لَارَیۡب وہ مسلم ہے۔ وہ مومن اور حنیف ہے، لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے سِوا غیر اللہ سے سوال کرتا ہے

اور ادھر بھی جھکتا ہے، وہ یادر کھے کہ بڑا ہی بدقسمت اور محروم ہے کہ اُس پر وہ وقت آجانے والا ہے کہ وہ زبانی اور نمائشی طور پر اللہ تعالیٰ کیطرف نہ جُھک سکے۔

ترکِ نماز کی عادت اور کسل کی ایک وجہ یہ بھی ہے کیونکہ جب انسان غیراللہ کیطرف جُھکتا ہے، تو رُوح اور دِل کی طاقتیں اس درخت کی طرح (جس کی شاخیں ابتداًء ایک طرف کردی جاویں اور اُس طرف جُھک کر پرورش پالیں) ادھر ہی جُھکتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک سختی اور تشدد اسکے دِل میں پیدا ہو کر اُسے منجمد اور پتھر بنادیتا ہے جیسے وہ شاخیں۔ پھر دوسری طرف مُڑ نہیں سکتا ۔ اسی طرح پر وہ دل اور روح دِن بدِن خداتعالیٰ سے دُور ہوتی جاتی ہے ۔ پس یہ بڑی خطرناک اور دل کو کپکپادینے والی بات ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے سے سوال کرے۔ اسی لیے نماز کا التزام اور پابندی بڑی ضروری چیز ہے، تاکہ اولاً وہ ایک عادت راسخہ کی طرح قائم ہو اور رجوع الی اللہ کا خیال ہو۔ پھر رفتہ رفتہ وہ وقت خود آجاتا ہے جبکہ اِنقطاع کلّی کی حالت میں انسان ایک نور اور لذّت کا وارث ہوجاتا ہے۔ میں اس اَمر کو پھر تاکید سے کہتا ہوں۔ افسوس ہے کہ مجھے وہ لفظ نہیں مِلے، جس میں غیر اللہ کی

طرف رجوع کرنے کی بُرائیاں بیان کرسکوں ۔ لوگوں کے پاس جا کر منّت خوشامد کرتے ہیں۔ یہ بات خدا تعالیٰ کی غیرت کو جوش میں لاتی ہے۔ کیونکہ یہ تو لوگوں کی نماز ہے۔ پس وہ اس سے ہٹتا اور اُسے دور پھینک دیتا ہے۔ میں موٹے الفاظ میں اس کو بیان کرتا ہوں گو یہ امر اس طرح پر نہیں ہے مگر سمجھ میں خوب آ سکتا ہے کہ جیسے ایک مردِ غیّور کی غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ وہ اپنی بیوی کو کسی غیر کے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہوئے دیکھ سکے اور جس طرح پر وہ مرد ایسی حالت میں اس نابکار عورت کو واجب القتل سمجھتا بلکہ بعض اوقات ایسی وارداتیں ہوجاتی ہیں۔ ایسا ہی جوش اور غیرت اُلوہیّت کا ہے۔ عبودیت اور دُعا خاص اسی ذات کے مدِّ مقابل ہیں۔ وہ پسند نہیں کرسکتا کہ کسی اور کو معبود قرار دیا جاوے یا پکارا جاوے۔ پس خوب یاد رکھو! اور پھر یاد رکھو! کہ غیر اللہ کیطرف جُھکنا خدا سے کاٹنا ہے۔ نماز اور توحید کچھ ہی کہو، کیونکہ توحید کے عملی اقرار کا نام ہی نماز ہے۔ اس وقت بے برکت اور بے سود ہوتی ہے جب اُس میں نیستی اور تذلّل کی رُوح اور حنیف دل نہ ہو۔

سُنو ! وہ دُعا جس کیلئے اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المومن:61) فرمایا ہے۔ اس کیلئے یہی سچی رُوح مطلوب ہے۔ اگر اس

تضرع اور خشوع میں حقیقت کی رُوح نہیں تو وہ ٹیں ٹیں سے کم نہیں ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل، ص 106 تا 107)

نماز بہترین معلم ہے

جب تک انسان کامل توحید پر کاربند نہیں ہوتا، اس میں اسلام کی محبت اور عظمت قائم نہیں ہوتی اور پھر میں اصل ذکر کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ نماز کی لذّت اور سُرور اسے حاصل نہیں ہوسکتا۔ مدار اسی بات پر ہے کہ جب تک بُرے ارادے، ناپاک اور گندے منصوبے بھسم نہ ہوں۔ انانیت اور شیخی دور ہو کر نیستی اور فروتنی نہ آئے، خدا کا سچا بندہ نہیں کہلاسکتا اور عُبودیّتِ کاملہ کے سکھانے کیلئے بہترین معلم اور افضل ترین ذریعہ نماز ہی ہے۔

میں پھر تمہیں بتلاتا ہوں کہ اگر خداتعالیٰ سے سچا تعلق حقیقی ارتباط قائم کرنا چاہتے ہو تو نماز پر کاربند ہوجاؤ اور ایسے کاربند بنو کہ تمہارا جسم نہ تمہاری زبان بلکہ تمہاری روح کے ارادے اور جذبے سب کے سب ہمہ تن نماز ہو جائیں۔

(ملفوظات جلد اوّل، ص 108)

خداتعالیٰ کے ساتھ وفاداری کا تعلق قائم کرو

خداتعالیٰ فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ٥ وہ لوگ جونمازوں کی حقیقت سے ہی بے خبر ہوتے ہیں ان کی نمازیں نری ٹکریں ہوتی ہیں۔ ایسے لوگ ایک سجدہ اگر خدا کو کرتے تو دوسرا دنیا کو کرتے ہیں۔ جب تک انسان خدا کیلئے تکالیف اور مصائب کو برداشت نہیں کرتا تب تک مقبولِ حضرتِ احدیّت نہیں ہوتا۔ دیکھو دنیا میں بھی اس کا نمونہ پایا جاتا ہے۔ اگر ایک غلام اپنے آقا کا ہر ایک تکلیف اور مصیبت میں اور ہر ایک خطرناک میدان میں ساتھ دیتا رہے تو وہ غلام غلام نہیں رہتا بلکہ دوست بن جاتا ہے یہی خدا کا حال ہے اگر انسان اس کا دامن نہ چھوڑے اور اسی کے آستانہ پر گرا رہے اور استقلال کے ساتھ وفاداری کرتا رہے تو پھر خدا بھی ایسے کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اُس کے ساتھ دوست والا معاملہ کرتا ہے۔

(الحکم جلد 11 نمبر 36 مورخہ 10 اکتوبر 1907، ص 11-14)
(تفسیر سورۃ البقرۃ، ص 47)

اصل نماز وہ ہے جس میں خدا کو دیکھتا ہے

جب خدا کو پہچان لوگے تو پھر نماز ہی نماز میں رہو گے۔ دیکھو یہ بات انسان کی فطرت میں ہے کہ خواہ کوئی ادنیٰ سی بات ہو جب اس کو پسند آجاتی ہے تو پھر دل خوامخواہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اسی طرح پر جب انسان اللہ تعالیٰ کو شناخت کرلیتا ہے اور اس کے حسن و احسان کو پسند کرتا ہے تو دل بے اختیار ہوکر اسی کی طرف دوڑتا ہے اور بے ذوقی سے ایک ذوق پیدا ہوجاتا ہے۔ اصل نماز وہی ہے جس میں خدا کو دیکھتا ہے۔ اس زندگی کا مزہ اسی دن آسکتا ہے جبکہ سب ذوق اور شوق سے بڑھ کر جو خوشی کے سامانوں میں مل سکتا ہے۔ تمام لذّت اور ذوق دعا ہی میں محسوس ہو۔ یاد رکھو کوئی آدمی کسی موت و حیات کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا۔ خواہ رات کو موت آجاوے یا دن کو۔ جو لوگ دنیا سے ایسا دل لگاتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں وہ اس دنیا سے نامُراد جاتے ہیں۔ وہاں ان کیلئے خزانہ نہیں ہے جس سے وہ لذّت اور خوشی حاصل کرسکیں..................

(الحکم جلد 7 نمبر 1 مورخہ 10 جنوری 1903، ص 11)
(تفسیر سورۃ البقرۃ، ص 48)

نماز بھی وہی پڑھتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نماز پڑھاوے

اس میں شک نہیں کہ نماز میں برکات ہیں مگر وہ برکات ہر ایک کو نہیں مِل سکتے۔ نماز بھی وہی پڑھتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نماز پڑھاوے ورنہ وہ نماز نہیں نِرا پوست ہے جو پڑھنے والے کے ہاتھ میں ہے۔ اسکو مغز سے کچھ واسطہ اور تعلق ہی نہیں۔ اسی طرح کلمہ بھی وہی پڑھتا ہے جس کو خدا تعالیٰ کلمہ پڑھاوے جب تک نماز اور کلمہ پڑھنے میں آسمانی چشمہ سے گھونٹ نہ مِلے تو کیا فائدہ ؟ وہ نماز جس میں حلاوت اور ذوق ہو اور خالق سے سچّا تعلق قائم ہو کر پوری نیاز مندی اور خشوع کا نمونہ ہو۔ اُس کے ساتھ ہی ایک تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے جس کو پڑھنے والا فوراً محسوس کر لیتا ہے کہ اب وہ وہ نہیں رہا جو چند سال پہلے تھا۔

(الحکم جلد 8 نمبر 8 مورخہ 10 مارچ 1904ء ص 6)

☆ نماز جو کہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اُسے محفوظ نہ رکھے گا۔ تب تک وہ سچّی نماز ہرگز نہ ہوگی۔ نماز کے معنٰی ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادت کے طور پر ادا کرنے کے ہرگز نہیں۔ نماز وہ شے ہے جیسے دل بھی محسوس کرے کہ روح پگھل

کر خوفناک حالت میں آستانہ اُلوہیت پر گر پڑے جہاں تک طاقت ہے وہاں تک رقّت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے اور تضرع سے دُعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں وہ دُور ہوں۔ اِسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کرے گا تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اس کے قلب پر گرا ہے اور نفس امّارہ کی شوخی کم ہوگئی ہے جیسے اژدہا میں ایک سمِ قاتل ہے۔ اِسی طرح نفسِ امّارہ میں بھی سمِ قاتل ہوتا ہے اور جس نے اُسے پیدا کیا اُسی کے پاس اس کا علاج ہے۔

(البدر جلد 3 نمبر 34 مورخہ 8 ستمبر 1904ء ص3)

☆ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز روزہ کی وجہ سے برکات حاصل نہیں ہوتے وہ غلط کہتے ہیں۔ نماز، روزہ کے برکات اور ثمرات ملتے ہیں۔ اور اِسی دنیا میں مِلتے ہیں لیکن نماز، روزہ اور دوسری عبادات کو اس مقام اور جگہ تک پہنچانا چاہیے جہاں وہ برکات دیتے ہیں۔ صحابہؓ کا سا رنگ پیدا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اور سچّی اتباع کرو۔ پھر معلوم ہوگا کہ کیا کیا برکات ملتے ہیں۔

(الحکم جلد 10 نمبر 24 مورخہ 10 جولائی 1906ء ص3)
(تفسیر سورۃ البقرۃ ص55)

باب XIV

بہترین وظیفہ

سوال:۔ بہترین وظیفہ کیا ہے؟

جواب:۔ فرمایا نماز سے بڑھ کر اور کوئی وظیفہ نہیں ہے کیونکہ اس میں حمدِ الٰہی ہے استغفار ہے اور درود شریف۔ تمام وظائف اور اَوْراد کا مجموعہ یہی نماز ہے اور اس سے ہر قسم کے غم و ہم دور ہوتے ہیں اور مشکلات حل ہوتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپ نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے اور اِسی لیے فرمایاہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اِطمینان اور سکینت قلب کیلئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں۔ لوگوں نے قسم قسم کے وِرد اور وظیفے اپنی طرف سے بنا کر لوگوں کو گمراہی میں ڈال رکھا ہے اور ایک نئ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مقابلہ میں بنادی ہوئی ہے مجھ پر تو الزام لگایا جاتا ہے کہ مَیں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے مگر میں دیکھتا ہوں اور حیرت سے دیکھتا ہوں کہ انھوں نے خود شریعت بنائی ہے اور نبی بنے ہوئے ہیں اور دُنیا کو گمراہ

کررہے ہیں۔ ان وظائف اور اَوْراد میں دنیا کو ایسا ڈالا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی شریعت اور احکام کو بھی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ بعض لوگ دیکھتے جاتے ہیں کہ اپنے معمول اور اَوْراد میں ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ نمازوں کا بھی لحاظ نہیں رکھتے۔ میں نے مولوی صاحب سے سُنا ہے کہ بعض گدی نشین شاکت مت والوں کے منتر اپنے وظیفوں میں پڑھتے ہیں میرے نزدیک سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے۔ نماز ہی کو سنوار سنوار کر پڑھنا چاہیے اور سمجھ سمجھ کر پڑھو اور مسنون دُعاؤں کے بعد اپنے لیے اپنی زبان میں بھی دُعائیں کرو اس سے تمہیں اِطمینان قلب حاصل ہوگا اور سب مشکلات خداتعالیٰ چاہے گا تو اِسی سے حل ہوجائیں گی۔ نماز یادِ الٰہی کا ذریعہ ہے اس لیے فرمایا ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ:15)

(ملفوظات جلد سوم،ص 310، 311)

ایک سوال کا جواب

سیالکوٹ کے ضلع کا ایک نمبردار تھا۔ اس نے بیعت کرنے کے بعد پوچھا کہ حضور اپنی زبان مبارک سے کوئی وظیفہ بتاویں۔

فرمایا: کہ نمازوں کو سنوار کر پڑھو کیونکہ ساری مشکلات کی یہی کنجی ہے اور اسی میں ساری لذّات اور خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ صدقِ دل سے روزے رکھو صدقہ و خیرات کرو۔ درُود و استغفار پڑھا کرو۔ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو۔ ہمسایوں سے مہربانی سے پیش آؤ۔ بنی نوع بلکہ حیوانوں پر بھی رحم کرو۔ان پر بھی ظلم نہ چاہیے۔خدا سے ہر وقت حفاظت چاہتے رہو کیونکہ ناپاک اور نامراد ہے وہ دل جو ہر وقت خدا کے آستانہ پر نہیں گرا رہتا وہ محروم کیا جاتا ہے دیکھو اگر خدا ہی حفاظت نہ کرے تو انسان کا ایک دم گذارہ نہیں۔ زمین کے نیچے سے لے کر آسمان کے اوپر تک کا ہر طبقہ اس کے دشمنوں کا بھرا ہوا ہے۔ اگر اسی کی حفاظت شامِل حال نہ ہو تو کیا ہوسکتا ہے۔ دُعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ ہدایت پر کاربند رکھے کیونکہ اس کے ارادے دو ہی ہیں۔ گمراہ کرنا اور ہدایت دینا جیسا کہ فرماتا ہے۔ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًاوَّ یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا۔پس جب اس کے ارادے گمراہ کرنے پر بھی ہیں تو ہروقت دُعا کرنی چاہیے کہ وہ گمراہی سے بچاوے اور ہدایت کی توفیق دے نرم مزاج بنو کیونکہ جو نرم مزاجی اختیار کرتا ہے خدا بھی اس سے نرم معاملہ کرتا ہے۔ اصل میں نیک انسان تو اپنا پاؤں بھی زمین پر

پھونک پھونک کر احتیاط سے رکھتا ہے تاکسی کیڑے کو بھی اس سے تکلیف نہ ہو۔ غرض اپنے ہاتھ سے ، پاؤں سے، آنکھ وغیرہ اعضاء سے کسی کوکسی نوع کی تکلیف نہ پہنچاؤ اور دُعائیں مانگتے رہو۔

(ملفوظات جلد سوم ،ص106)

☆ وظیفے کے بارے میں ایک اور جگہ فرمایا:

وظیفوں کے ہم قائل نہیں۔ یہ سب منتر جنتر ہیں جو ہمارے ملک کے جوگی ہندو سنیاسی کرتے ہیں جو شیطان کی غلامی میں پڑے ہوئے ہیں۔ البتہ دُعا کرنی چاہیئے خواہ اپنی ہی زبان میں ہو۔ سچّے اضطراب اور سچی تڑپ سے جناب الٰہی میں گداز ہوا ہو ایسا کہ وہ قادر الحیّ القیّوم دیکھ رہا ہے۔ جب یہ حالت ہوگی تو گناہ پر دلیری نہ کرے گا۔ جس طرح انسان آگ یا اور ہلاک کرنیوالی اشیاء سے ڈرتا ہے ویسے اس کو گناہ کی سرزنش سے ڈرنا چاہیے۔ گناہ گار زندگی انسان کیلئے دنیا میں مجسم دوزخ ہے جس پر غضب الٰہی کی سموم چلتی اور اس کو ہلاک کردیتی ہے جسطرح آگ سے انسان ڈرتا ہے اسی طرح گناہ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی آگ ہے۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ نماز میں روروکر دُعائیں مانگو تا اللہ تعالیٰ تم پر اپنے

فضل کی نسیم چلائے دیکھو شیعہ لوگ کیسے راہِ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ حُسین حُسین کرتے مگر احکامِ الٰہی کی بے حرمتی کرتے ہیں حالانکہ حسین کو بھی بلکہ تمام رسولوں کو استغفار کی ایسی سخت ضرورت تھی جیسے ہم کو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیّن کا فعل اس پر شاہد ہے کون ہے جو آپ سے بڑھ کر نمونہ بن سکتا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم، ص 323)

نماز تعویذ ہے

''نماز انسان کا تعویذ ہے۔ پانچ وقت دُعا کا موقع ملتا ہے کوئی دُعا تو سُنی جائے گی۔ اس لیے نماز کو بہت سنوار کر پڑھنا چاہیے اور مجھے یہی بہت عزیز ہے''

(ملفوظات جلد اوّل، ص 394)

باب XV

نماز کا خلاصہ

عبادت کے اصول کا خلاصہ اصل میں یہی ہے کہ اپنے آپ کو اس طرح سے کھڑا کرے کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے اور یا یہ کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے ہر قسم کی ملونی اور ہر طرح کے شرک سے پاک ہوجاوے اور اسی کی عظمت اور اسی کی ربوبیت کا خیال رکھے۔ ادعیہ ماثورہ اور دوسری دُعائیں خدا سے بہت مانگے اور بہت توبہ و استغفار کرے اور بار بار اپنی کمزوری کا اظہار کرے تاکہ تزکیہءِ نفس ہوجاوے اور خدا سے پکا تعلق پیدا ہوجاوے اور اُسی کی محبت میں محو ہوجاوے۔ اور یہی ساری نماز کا خلاصہ ہے اور یہ سارا سورۃ فاتحہ میں ہی آجاتا ہے۔ دیکھو اِیّاکَ نَعۡبُدُوَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡن میں اپنی کمزوریوں کا اظہار کیا گیا ہے اور امداد کے لئے خداتعالیٰ سے ہی درخواست کی گئی ہے اور خداتعالیٰ سے ہی مدد اور نصرت طلب کی گئی ہے اور پھر اس کے بعد نبیوں اور رسولوں کی راہ پر چلنے کی دُعا مانگی گئی ہے۔ اور ان انعامات کو حاصل کرنے کے لیے درخواست کی گئی ہے جو نبیوں

اور رسولوں کے ذریعہ سے اس دنیا پر ظاہر ہوئے ہیں۔ اور جو اُنھیں کی اتباع اور اُنھیں کے طریقہ پر چلنے سے حاصل ہوسکتے ہیں۔ اور پھر خدا تعالیٰ سے دُعا مانگی گئی ہے کہ ان لوگوں کی راہوں سے بچا جنہوں نے تیرے رسولوں اور نبیوں کا انکار کیا اور شوخی اور شرارت سے کام لیا اور اسی جہان میں ہی ان پر غضب نازل ہوا۔ یا جنہوں نے دنیا کو ہی اپنا اصلی مقصود سمجھ لیا اور راہِ راست کو چھوڑ دیا۔

(الحکم اکتوبر 1907ء ص11۔ تفسیر سورۃ الفاتحہ، ص 195)

مقصود زندگی یادِ خدا ہے

انسان خدا کی پرستش کا دعویٰ کرتا ہے مگر کیا پرستش صرف بہت سے سجدوں اور رکوع اور قیام سے ہوسکتی ہے یا بہت مرتبہ تسبیح کے دانے پھیرنے والے پرستار الٰہی کہلا سکتے ہیں بلکہ پرستش اُس سے ہوسکتی ہے جس کو خدا کی محبت اِس درجہ پر اپنی طرف کھینچے کہ اس کا اپنا وجود درمیان سے اُٹھ جائے۔ اوّل خدا کی ہستی پر پورا یقین ہو اور پھر خدا کے حسن و احسان پر پوری اطلاع ہو اور پھر اُس سے محبت کا تعلق ایسا ہو کہ سوزشِ محبت ہروقت سینہ میں موجود ہو اور یہ حالت ہر ایک دم چہرہ پر ظاہر ہو اور خدا کی عظمت دل میں ایسی ہو کہ تمام دنیا اس کی

ہستی کے آگے مردہ متصور ہو اور ہر ایک خوف اُسی کی ذات سے وابستہ ہو اور اُسی کی درد میں لذّت ہو اور اُسی کی خلوت میں راحت ہو اور اس کے بغیر دل کو کسی کے ساتھ قرار نہ ہو۔ اگر ایسی حالت ہوجائے تو اسکا نام پرستش ہے مگر یہ حالت بجُز خداتعالیٰ کی خاص مدد کے کیونکر پیدا ہو۔ اِسی لیے خداتعالیٰ نے یہ دُعا سکھلائی اِیَّـاكَ نَعۡبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡن یعنی ہم تیری پرستش تو کرتے ہیں مگر کہاں حقِ پرستش ادا کرسکتے ہیں جب تک تیری طرف سے خاص مدد نہ ہو۔ خدا کو اپنا حقیقی محبوب قرار دے کر اس کی پرستش کرنا یہی ولایت ہے۔ جس سے آگے کوئی درجہ نہیں۔ مگر یہ درجہ بغیر اس کی مدد کے حاصل نہیں ہو سکتا۔اس کے حاصل ہونے کی یہ نشانی ہے کہ خدا کی عظمت دل میں بیٹھ جائے۔ خدا کی محبت دل میں بیٹھ جائے اور دل اُسی پر توکل کرے اور اُسی کو پسند کرے اور ہر ایک چیز پر اُسی کو اختیار کرے اور اپنی زندگی کا مقصد اُسی کی یاد کو سمجھے۔ اور اگر ابراہیمؑ کی طرح اپنے ہاتھ سے اپنی عزیز اولاد کے ذبح کرنے کا حُکم ہو۔ یا اپنے تئیں آگ میں ڈالنے کیلئے اشارہ ہو تو ایسے سخت احکام کو بھی محبّت کے جوش سے بجالائے اور رضا جوئی اپنے آقائے کریم میں اس حدتک کوشش کرے کہ اُس کی اطاعت

میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ یہ بہت تنگ دروازہ ہے۔ اور یہ شربت بہت ہی تلخ شربت ہے۔ تھوڑے لوگ ہیں جو اس دروازہ سے داخل ہوتے ہیں اور اس شربت کو پیتے ہیں۔ زنا سے بچنا کوئی بڑی بات نہیں اور کسی کو ناحق قتل نہ کرنا بڑا کام نہیں۔ اور جھوٹی گواہی نہ دینا کوئی بڑا ہُنر نہیں مگر ہر ایک چیز پر خدا کو اختیار کرلینا اور اس کے لیے سچّی محبت اور سچّے جوش سے دنیا کی تمام تلخیوں کو اختیار کرنا بلکہ اپنے ہاتھ سے تلخیاں پیدا کرلینا یہ وہ مرتبہ ہے کہ بجُز صدیقوں کے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ یہی وہ عبادت ہے جس کے ادا کرنے کے لیے انسان مامور ہے۔ اور جو شخص یہ عبادت بجا لاتا ہے تب تو اُس کے اس فعل پر خدا کی طرف سے بھی ایک فعل مترتب ہوتا ہے۔ جس کا نام انعام ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے یعنی یہ دعا سکھلاتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یعنی اے ہمارے خدا ہمیں اپنی سیدھی راہ دکھلا اُن لوگوں کی راہ جن پر تُو نے انعام کیا ہے اور ~~اپنی خاص عنایات سے مخصوص فرمایا ہے۔ حضرت احدیّت میں~~ یہ قاعدہ ہے کہ جب خدمت مقبول ہوجاتی ہے تو اُس پر ضرور کوئی انعام مترتب ہوتا ہے۔ چنانچہ خوارق اور نشان جن کی

دوسرے لوگ نظیر پیش نہیں کر سکتے یہ بھی خداتعالیٰ کے انعام ہیں جو خاص بندوں پر ہوتے ہیں
(حقیقۃ الوحی ،روحانی خزائن جلد 22 ،ص54 تا 55)

سب سے افضل عبادت

سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ انسان التزام کے ساتھ پانچوں نمازیں ان کے اوّل وقت پر ادا کرے اور فرض اور سنتوں کی ادائیگی پر مداومت رکھتا ہو اور حضورِ قلب ، ذوق ، شوق اور عبادت کی برکات کے حصُول میں پوری طرح کوشاں رہے۔ کیونکہ نماز ایک ایسی سواری ہے جو بندہ کو پروردگارِ عالم تک پہنچاتی ہے۔ اسکے ذریعہ (انسان) ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے جہاں گھوڑوں کی پیٹھوں پر (بیٹھ کر) نہیں پہنچ سکتا اور نماز کا شکار (ثمرات) تیروں سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا راز قلموں سے ظاہر نہیں ہوسکتا ہے اور جس شخص نے اس طریق کو لازم پکڑا اس نے حق اور حقیقت کو پالیا۔ اور اس محبوب تک پہنچ گیا جو غیب کے پردوں میں ہے اور شک و شبہ سے نجات حاصل کرلی۔

پس تو دیکھے گا کہ اس کے دن روشن ہیں۔ اس کی باتیں موتیوں کی مانند ہیں۔ اور اس کا چہرہ چودھویں کا چاند ہے اس کا

مقام صدر نشینی ہے۔ جو شخص نماز میں اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی سے جھکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے بادشاہوں کو جُھکا دیتا ہے اور اس مملوک بندہ کو مالک بنا دیتا ہے۔

(اعجاز المسیح ترجمہ از تفسیر سورۃ فاتحہ، ص 201 تا 202)

باب XVI

عبادات میں جسم اور روح کی شمولیت ضروری ہے

ظاہری نماز اور روزہ اگر اس کے ساتھ اخلاص اور صدق نہ ہو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جوگی اور سنیاسی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے ہاتھ تک سُکھا دیتے ہیں اور بڑی بڑی مشقتیں اٹھاتے اور اپنے آپ کو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں لیکن یہ تکالیف اُن کو کوئی نُور نہیں بخشتیں اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان اُن کو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت ان کی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں جس کو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے اور کوئی اثر ان کی روحانیت پر نہیں پڑتا۔ اس لیے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا! لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآئُوھَا وَلٰکِنْ یَّنَا لُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ (الحج :38) یعنی اللہ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ حقیقت میں خداتعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا بلکہ مغز چاہتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں

پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اس طرح نماز روزہ اگر رُوح کا ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یہ بالکل پکی بات ہے کہ جولوگ جسم سے خدمت لینا چھوڑ دیتے ہیں ان کو رُوح نہیں مانتی اور اس میں وہ نیازمندی اور عبودیت پیدا نہیں ہوسکتی جو اصل مقصد ہے اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں رُوح کو اس میں شریک نہیں کرتے وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور یہ جوگی اِسی قسم کے ہیں ۔ روح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر رُوح پر پڑتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص تکلّف سے رونا چاہے تو آخر اُس کو رونا آہی جائے گا۔ اور ایسا ہی جو تکلّف سے ہنسنا چاہے اسے ہنسی آہی جاتی ہے۔ اِسی طرح پر نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا ۔ اس کے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیاز مندی کی حالت دکھاتا ہے اُسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا نِرے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو رُوح کے ساتھ ایک تعلق ہے اس لیے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے۔ جب انسان نیازمندی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے

۔جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ کُتّے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آ کر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں۔ اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں اس سے صاف پایاجاتا ہے کہ جسم کو رُوح کے ساتھ خاص تعلق ہے ایسا ہی رُوح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہوجاتا ہے جب روح غمناک ہوتو جسم پر بھی اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور آنسو اور پژمردگی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر روح اور جسم کا باہم تعلق نہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ دوران خون بھی قلب کا ایک کام ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ قلب آبپاشی جسم کیلئے ایک انجن ہے۔ اس کے بسط اور قبض سے سب کچھ ہوتا ہے۔ غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونوں برابر چلتے ہیں۔ روح میں جب عاجزی پیدا ہوجاتی ہے پھر جسم میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔اِس لیے جب رُوح میں واقع میں عاجزی اور نیازمندی ہوتو جسم میں اس کے آثار خود بخود ظاہر ہوجاتے ہیں اور ایساہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے۔تو روح بھی اس سے متاثر ہوہی جاتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہیے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرو۔

اگرچہ اس وقت یہ ایک قسم کا نفاق ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ اس کا اثر دائمی ہوجاتا ہے۔ اور واقعی روح میں وہ نیاز مندی اور فروتنی پیدا ہونے لگتی ہے۔

(ملفوظات جلد دوم، ص696 تا 697)

نماز میں جسمانی حالتوں کا اثر روحانی حالت پر پڑتا ہے

غرض دُعا (جو نماز کا مغز ہے) وہ اکسیر ہے جو ایک مُشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے۔ اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھودیتا ہے۔ اس دُعا کے ساتھ رُوح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرتِ احدیت پر گرتی ہے۔ وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے اور اِسی کی ظِلّ وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھلائی ہے۔ اور رُوح کا کھڑا ہونا یہ ہے کہ وہ خدا کیلئے ہر ایک ہیبت کی برداشت اور حکم ماننے کے بارے میں مستعدی ظاہر کرتی ہے اور اس کا رکوع یعنی جھکنا یہ ہے کہ وہ تمام محبتوں اور تعلقوں کو چھوڑ کر خدا کی طرف جُھک آتی ہے اور خدا کیلئے ہوجاتی ہے اور اُس کا سجدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر ِگر کر اپنے خیال بکُلی کھودیتی ہے اور اپنے نقشِ وجود کو مٹادیتی ہے یہی نماز ہے جو خدا کو ملاتی ہے اور شریعت اسلامی نے اس کی

تصویر معمولی نماز میں کھینچ کر دکھلائی ہے تا وہ جسمانی نماز اور روحانی نماز کی طرف محرک ہو کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کے وجود کی ایسی بناوٹ پیدا کی ہے کہ روح کا اثر جسم پر اور جسم کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے.....لیکن صرف جسمانی قیام اور رکوع اور سجود میں کچھ فائدہ نہیں ہے جب تک کہ اس کے ساتھ یہ کوشش شامل نہ ہو کہ روح بھی اپنے طور سے قیام اور رکوع اور سجود سے کچھ حِصہ لے اور یہ حِصہ لینا معرفت پر موقوف ہے اور معرفت فضل پر موقوف۔

(لیکچر سیالکوٹ ،روحانی خزائن جلد نمبر 20،ص 223 تا 224)

باب XVII

نماز میں لذّت نہ آنے کی وجہ

ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ بہت کوشش کی جاتی ہے مگر نماز میں لذّت نہیں آتی ۔ فرمایا:

’’انسان جو اپنے تئیں امن میں دیکھتا ہے تو اُسے خداتعالیٰ کیطرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ حالتِ استغناء میں انسان کو خدا یاد نہیں آیا کرتا۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ میری طرف وہ متوجہ ہوتا ہے کہ جس کے بازو ٹوٹ جاتے ہیں۔ اب جو شخص غفلت سے زندگی بسر کرتا ہے اُسے خدا کی طرف توجہ کب نصیب ہوتی ہے۔ انسان کا رشتہ خداتعالیٰ کے ساتھ عاجزی اور اضطراب کے ساتھ ہے لیکن جو عقلمند ہے وہ اس رشتہ کو اس طرح سے قائم رکھتا ہے کہ وہ خیال کرتا ہے کہ میرا باپ دادا کہاں ہے اور اس قدر مخلوق کو ہر روز مرتا دیکھ کر وہ انسان کی فانی حالت کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کی برکت سے اسے پتہ لگ جاتا ہے کہ میں بھی فانی ہوں اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ جہاں چھوڑ دیا جائیگا اور اگر وہ اس میں زیادہ مبتلا ہے تو

اُسے اِسے چھوڑنے کے وقت حسرت بھی زیادہ ہوگی۔ اور یہ حسرت ایسی ہے کہ خواہ آخرت پر ایمان نہ بھی ہو تب بھی اس کا اثر ضرور ہوتا ہے اور اس سے امن اس وقت ملتا ہے کہ جب فانی خوشحالی نہ ہو بلکہ سچّی خوشحالی ہو۔ بعض آدمیوں کو بیماریوں سے ، بعض کو دوسری تکالیف سے خدا تعالیٰ کیطرف رجوع ہوتا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم ،ص 655 تا 656)

نماز میں لذّت نہ آنے کی وجہ اور اُس کا علاج

غرض میں دیکھتا ہوں کہ لوگ نمازوں میں غافل اور سُست اس لیے ہوتے ہیں کہ اُن کو اس لذّت اور سرور سے اطلاع نہیں جو اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر رکھا ہے اور بڑی بھاری وجہ اس کی یہی ہے پھر شہروں اور گاؤں میں تو اور بھی سُستی اور غفلت ہوتی ہے سو پچاسواں حصّہ بھی تو پوری مستعدی اور سچّی محبت سے اپنے مولا حقیقی کے حضور سر نہیں جُھکاتا۔ پھر سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ کیوں؟ اُن کو اس لذّت کی اطلاع نہیں اور نہ کبھی انہوں نے اس مزہ کو چکھا اور مذاہب میں ایسے احکام نہیں ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں اور مئوذن اذان دے دیتا ہے۔ پھر وہ سُننا

بھی نہیں چاہتے گویا اُن کے دل دُکھتے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی قابل رحم ہیں بعض لوگ یہاں بھی ایسے ہیں کہ اُن کی دکانیں دیکھو تو مسجدوں کے نیچے ہیں مگر کبھی جا کر کھڑے بھی تو نہیں ہوتے۔ پس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دُعا مانگنی چاہیے کہ جس طرح پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذّتیں عطا کی ہیں۔ نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزہ چکھا دے۔ کھایا ہوا یاد رہتا ہے۔ دیکھو اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سُرور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اُسے خوب یاد رہتا ہے۔ اور پھر اگر کسی بدشکل اور مکروہ ہیئت کو دیکھتا ہے، تو اس کی ساری حالت بہ اعتبار اس کے مجسم ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی تعلق نہ ہو تو، کچھ یاد نہیں رہتا اِسی طرح بے نمازوں کے نزدیک نماز ایک تاوان ہے کہ ناحق صُبح اُٹھ کو سردی میں وضو کر کے خواب راحت چھوڑ کر کئی قسم کی آسائشوں کو کھو کر پڑھنی پڑھتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسے بیزاری ہے وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا۔اس لذّت اور راحت سے جو نماز میں ہے اس کو اطلاع نہیں ہے پھر نماز میں لذّت کیونکر حاصل ہو میں دیکھتا ہوں کہ ایک شرابی اور نشہ باز انسان کو جب سُرور نہیں آتا، تو وہ پے در پے پیالے پیتا جاتا ہے، یہانتک کہ

اُس کو ایک قسم کا نشہ آجاتا ہے۔ دانشمند اور بزرگ انسان اس سے فائدہ اُٹھاسکتا ہے اور وہ یہ کہ نماز پر دوام کرے اور پڑھتا جاوے یہاں تک کہ اُس کو سُرور آجاوے اور جیسے شرابی کے ذہن میں ایک لذت ہوتی ہے جس کا حاصل کرنا اس کا مقصود بالذّات ہوتا ہے اسی طرح سے ذہن میں اور ساری طاقتوں کا رُجحان نماز میں اُسی سُرور کا حاصل کرنا ہو۔ اور پھر ایک خلوص اور جوش کے ساتھ کم ازکم اس نشہ باز کے اضطراب اور قلق و کرب کی مانند ہی ایک دُعا پیدا ہو کہ وہ لذّت حاصل ہو تو میں کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ یقیناً وہ لذّت حاصل ہو جاوے گی ۔ پھر نماز پڑھتے وقت ان مفاد کا حاصل کرنا بھی ملحوظ ہو جو اس سے ہوتے ہیں اور احسان پیشِ نظر رہے۔

(ملفوظات جلد اوّل ،ص103 تا 104)

☆بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں لذّت نہیں آتی مگر میں بتلاتا ہوں کہ بار بار پڑھے اور کثرت سے پڑھے۔ تقویٰ کے ابتدائی درجہ میں قبض شروع ہوجاتی ہے اسوقت یہ کرنا چاہیئے کہ خدا کے پاس اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْن کا تکرار کیا جائے۔ شیطان کشفی حالت میں چور یا قزاق دکھایا جاتا ہے اس کا استغاثہ جناب الٰہی میں کرے کہ یہ قزاق لگا ہوا ہے۔ تیرے

ہی دامن کو پنجہ مارتے ہیں، جو اس استغاثہ میں لگ جاتے ہیں اور تھکتے ہی نہیں وہ ایک قوّت اور طاقت پاتے ہیں جس سے شیطان ہلاک ہوجاتا ہے مگر اس قوت کے حصول اور استغاثہ کے پیش کرنے کے واسطے ایک صدق اور سوز کی ضرورت ہے اور یہ چور کے تصّور سے پیدا ہوگا جو ساتھ لگا ہوا ہے۔ وہ گویا ننگا کرنا چاہتا ہے اور آدم والا ابتلاء لانا چاہتا ہے۔ اس تصور سے رُوح چلاّ کر بول اُٹھے گی اِیَّا کَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن

(الحکم 17 فروری 1901ء ص2)

نمازوں میں اِیَّا کَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کا تکرار بہت کرو اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن خدا کے فضل اور گم شدہ متاع کو واپس لاتا ہے۔

(الحکم 10 نومبر 1902ء ص12) (تفسیر سورۃ فاتحہ، ص 209 تا 210)

نماز میں لذّت حاصل کرنے کیلئے کثرتِ نماز، دُعا کی ضرورت ہے

سوال: کبھی نماز میں لذّت آتی ہے اور کبھی وہ لذّت جاتی رہتی ہے اس کا کیا علاج ہے؟

جواب: ہمت نہیں ہارنی چاہیے بلکہ اس لذت کے کھوئے جانے کو محسوس کرنے اور پھر اس کو حاصل کرنے کی سعی کرنی چاہیے

جیسے چور آوے اور وہ مال اُڑا کر لے جاوے تو اُس کا افسوس ہوتا ہے اور پھر انسان کوشش کرتا ہے کہ آئندہ اس خطرہ سے محفوظ رہے۔ اس لیے معمول سے زیادہ ہشیاری اور مستعدی سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح پر جو خبیث نماز کے ذوق اور اُنس کو لے گیا ہے تو اس سے کسقدر ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے؟ اور کیوں نہ اس پر افسوس کیا جاوے؟ انسان جب یہ حالت دیکھے کہ اس کا اُنس و ذوق جاتا رہا ہے تو وہ بے فکر اور بے غم نہ ہو۔ نماز میں بے ذوقی کا پیدا ہونا ایک سارق کی چوری اور روحانی بیماری ہے جیسے ایک مریض کے منہ کا ذائقہ بدل جاتا ہے تو وہ فی الفور علاج کی فکر کرتا ہے اِسی طرح پر جس کا روحانی مذاق بگڑ جاوے اس کو بہت جلد اصلاح کی فکر کرنی لازم ہے۔

یاد رکھو انسان کے اندر ایک بڑا چشمہ لذّت کا ہے جب کوئی گناہ اس سے سرزد ہوتا ہے تو وہ چشمہ لذّت مکدّر ہوجاتا ہے اور پھر لذّت نہیں رہتی۔ مثلاً جب ناحق گالی دیدیتا ہے یا ادنیٰ ادنیٰ سی بات پر بدمزاج ہوکر بدزبانی کرتا ہے تو پھر ذوق نماز جاتا رہتا ہے۔ اخلاقی قویٰ کو لذّت میں بہت بڑا دخل ہے۔ جب انسانی قویٰ میں فرق آئے گا تو اس کے

ساتھ ہی لذّت میں بھی فرق آجاوے گا۔ پس جب کبھی ایسی حالت ہو کہ اُنس اور ذوق جو نماز میں آتا تھا وہ جاتا رہا ہے تو چاہیے کہ تھک نہ جاوے اور بے حوصلہ ہو کر ہمّت نہ ہارے بلکہ بڑی مستعدی کے ساتھ اس گمشدہ متاع کو حاصل کرنے کی فکر کرے اور اس کا علاج ہے۔ توبہ، استغفار، تضرع۔ بے ذوقی سے ترکِ نماز نہ کرے بلکہ نماز کی اور کثرت کرے۔ جیسے ایک نشہ باز کو جب نشہ نہیں آتا تو وہ نشہ کو چھوڑ نہیں دیتا بلکہ جام پر جام پیتا جاتا ہے یہاں تک کہ آخر اس کو لذّت اور سُرور آجاتا ہے۔ پس جس کو نماز میں بے ذوقی پیدا ہو اس کو کثرت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے اور تھکنا مناسب نہیں۔ آخر اِسی بے ذوقی میں ایک ذوق پیدا ہوجاوے گا۔

دیکھو پانی کے لیے کس قدر زمین کو کھودنا پڑتا ہے۔ جو لوگ تھک جاتے ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں۔ جو تھکتے نہیں وہ آخر نکال ہی لیتے ہیں۔ اس لیے اس ذوق کو حاصل کرنے کے لیے استغفار، کثرت نماز و دُعا مستعدی اور صبر کی ضرورت ہے۔
(ملفوظات جلد سوم،ص 309 تا 310)

نماز میں لذّت اور ذوق حاصل کرنے کی دُعا

اے اللہ تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں کیسا اندھا اور نابینا

ہوں اور میں اسوقت بالکل مردہ حالت میں ہوں، میں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئے گی تو میں تیری طرف آجاؤنگا۔اس وقت مجھے کوئی روک نہ سکے گا لیکن میرا دل اندھا اور ناشناسا ہے۔تو ایسا شعلہ نور اس پر نازل کر کہ تیرا اُنس اور شوق اس میں پیدا ہوجائے تو ایسا فضل کر کہ میں نابینا نہ اُٹھوں اور اندھوں میں نہ جاملوں۔

جب اس قسم کی دُعا مانگے گا اور اس پر دوام اختیار کرے گا تو وہ دیکھے گا کہ ایک وقت اس پر ایسا آئے گا کہ اس کی بے ذوقی کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اس پر گرے گی جو رقّت پیدا کردے گی۔

(ملفوظات جلد دوم ،ص616)

نماز کی لذّت اورسُرور

.......دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جسمیں لذّت اور ایک خاص حظ اللہ تعالیٰ نے نہ رکھا ہو۔ جس طرح پر ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزا نہیں اُٹھاسکتا اور وہ اسے بالکل تلخ یا پھیکا سمجھتا ہے اِسی طرح سے وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں حظ اور لذّت نہیں پاتے ان کو اپنی بیماری کا فکر

کرنا چاہیے۔ کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسمیں خدائے تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی لذّت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عبادت کیلئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس کی عبادت میں اس کے لیے ایک لذّت اور سُرور نہ ہو؟ لذت اور سُرور تو ہے مگر اس سے حظ اٹھانے والا بھی تو ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذّٰرِیٰت : 57) اب انسان جب عبادت ہی کیلئے پیدا ہوا ہے، ضروری ہے کہ عبادت میں لذّت اور سُرور بھی درجہ غایت کا رکھتا ہو۔ اس بات کو ہم اپنے روزمرّہ کے مشاہدہ اور تجربہ سے خوب سمجھ سکتے ہیں مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء انسان کے لیے پیدا کی ہیں تو کیا اُن سے وہ ایک لذّت اور حظ نہیں پاتا ہے؟ کیا اُس ذائقہ اور مزے کے احساس کے لیے اس کے منہ میں زبان موجود نہیں؟ کیا وہ خوبصورت اشیاء کو دیکھ کر نباتات ہوں یا جمادات، حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا؟ کیا دل خوش کُن اور سُریلی آوازوں سے اس کے کان محظوظ نہیں ہوتے؟ پھر کیا کوئی دلیل اور بھی اس اَمر کے اِثبات کے لیے مطلوب ہے کہ عبادت میں لذّت نہ ہو۔ (ملفوظات جلد سوم، ص 25)

عبادت ٹیکس نہیں ہے

خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں اس میں بھی ایک لذّت اور سرور ہے اور یہ لذّت اور سُرور دنیا کی تمام لذّتوں اور تمام حظوظِ نفس سے بالا تر اور بالاتر ہے جیسے عورت اور مرد کے باہم تعلقّات میں ایک لذّت ہے اور اس سے وہی بہرہ مند ہوسکتا جو مرد ہے اور اپنے قویٰ صحیح رکھتا ہے۔ ایک نامرد اور مخنث وہ حظ نہیں پاسکتا اور جیسے ایک مریض کسی عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ غذا کی لذّت سے محروم ہے اسی طرح پر ہاں ٹھیک ایسا ہی وہ کم بخت انسان ہے جو عبادت الٰہی سے لذت نہیں پاسکتا........

(ملفوظات جلد سوم،ص 26)

نماز کا مغز دُعا ہے

.....پھر نماز پڑھتے وقت ان مفاد کا حاصل کرنا بھی ملحوظ ہو جواُس سے ہوتے ہیں اور احسان پیشِ نظر رہے۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ (ھود:115) نیکیاں بدیوں کو زائل کردیتی ہیں۔ پس ان حسنات کو اور لذّات کو دل میں رکھ کر دُعا کرے کہ وہ نماز جو صدیقوں اور محسنوں کی ہے وہ نصیب

کرے

یہ جو فرمایا ہے کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ یعنی نیکیاں بدیوں کو دور کرتی ہے یا دوسرے مقام پر فرمایا ہے نماز فواحش اور بُرائیوں سے بچاتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیاں کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں مگر نہ روح اور راستی کے ساتھ۔ وہ صرف رسم اور عادت کے طور پر ٹکریں مارتے ہیں ان کی روح مُردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام حسنات نہیں رکھا اور یہاں جو حسنات کا لفظ رکھا اور الصلوٰۃ کا لفظ نہیں رکھا باوجودیکہ معنٰی وہی ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ تا نماز کی خوبی اور حسن و جمال کیطرف اشارہ کرے کہ وہ نماز بدیوں کو دور کرتی ہے جو اپنے اندر ایک سچائی کی رُوح رکھتی ہے اور فیض کی تاثیر اس میں موجود ہے وہ نماز یقیناً یقیناً بُرائیوں کو دور کردیتی ہے۔ نماز نشست و برخاست کا نام نہیں۔ نماز کا مغز اور رُوح وہ دُعا ہے جو ایک لذّت اور سُرور اپنے اندر رکھتی ہے۔

(ملفوظات جلد سوم ،ص 28، 29)

☆......غرض ظنون فاسدہ والا انسان ناقص الخلقت ہوتا ہے چونکہ اس کے پاس صرف رسمی اُمور ہوتے ہیں اس لیے نہ

اس کا دین درست ہوتا ہے نہ دنیا ایسے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں مگر نماز کے مطالب سے نا آشنا ہوتے ہیں اور ہرگز نہیں سمجھتے کہ کیا کر رہے ہیں۔ نماز میں تو ٹھونگے مارتے ہیں لیکن نماز کے بعد دُعا میں گھنٹہ گھنٹہ گزار دیتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ نماز جو اصل دُعا کیلئے ہے اور جس کا مغز ہی دُعا ہے اس میں وہ کوئی دُعا نہیں کرتے ۔ نماز کے ارکان بجائے خود دُعا کیلئے محرک ہوتے ہیں۔ حرکت میں برکت ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیٹھے بیٹھے کوئی مضمون نہیں سوجھتا جب ذرا اُٹھ کر پھرنے لگتے ہیں تو مضمون سوجھ گیا۔ اس طرح پر سب اعمال کا حال ہے۔ اگر ان کی اصلیت کا لحاظ اور مغز کا خیال نہ ہو تو وہ ایک رسم اور عادت رہ جاتی ہے۔ اسی طرح پر روزہ میں خدا کے واسطے نفس کو پاک رکھنا ضروری ہے لیکن اگر حقیقت نہ ہو تو پھر یہ رسم ہی رہ جاتی ہے۔

(ملفوظات جلد دوم ،ص 393)

☆ نماز کی اصلی غرض اور مغز دُعا ہی ہے۔ اور دُعا مانگنا اللہ تعالیٰ کے قانونِ قدرت کے عین مطابق ہے۔ مثلاً ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ جب بچّہ روتا دھوتا ہے اور اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بیقرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے ۔

اُلوہیّت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو اُلوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل، ص234)

☆ نماز میں تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے یہی حالت ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے کہ طبعاً جوش کے ساتھ اپنے کاموں سے اور اپنی کوششوں سے دکھادے کہ اس کی عظمت کے برخلاف کوئی شے مجھ پر غالب نہیں آسکتی۔ یہ بڑی عبادت ہے جو لوگ اس کی مرضی کے مطابق جوش رکھتے ہیں، وہی مئویّد کہلاتے ہیں اور وہی برکتیں پاتے ہیں۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال اور تقدیس کے لئے جوش نہیں رکھتے ان کی نمازیں جھوٹی ہیں اور ان کے سجدے بیکار ہیں۔ جب تک خدا تعالیٰ کے لئے جوش نہ ہو یہ سجدے صرف جنتر منتر ٹھہریں گے جن کے ذریعہ سے یہ بہشت کو لینا چاہتا ہے۔ یاد رکھو کوئی

جسمانی بات جس کے ساتھ کیفیت نہ ہو فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کے گوشت نہیں پہنچتے ایسا ہی تمہارے رکوع اور سجود بھی نہیں پہنچتے جب تک ان کے ساتھ کیفیت نہ ہو۔اللہ تعالیٰ کیفیت کو چاہتا ہے اور ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی عزت اور عظمت کے لئے جوش رکھتے ہیں۔جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ایک باریک راہ سے گزرتے ہیں اور کوئی دوسرا شخص ان کے ساتھ نہیں جا سکتا۔جب تک کیفیت نہ ہو انسان ترقی نہیں کر سکتا۔ گویا خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ جب تک اُس کے لئے جوش نہ ہو کوئی لذت نہیں دے گا۔

(ملفوظات جلد اوّل،ص 262)

نماز میں وساوس پیدا ہونے کی وجہ

جن لوگوں کو خدا کی طرف پورا التفات نہیں ہوتا انھیں کو نماز میں بہت وساوس آتے ہیں۔ دیکھو ایک قیدی جبکہ ایک حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو کیا اس وقت اس کے دل میں کوئی وسوسہ گزرجاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ وہ ہمہ تن حاکم کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس فکر میں ہوتا ہے کہ ابھی حاکم کیا حکم سناتا ہے۔اس وقت تو وہ اپنے وجود سے بھی بالکل بے خبر ہوتا ہے۔ ایسا ہی جب صدقِ دل سے انسان خدا تعالیٰ کی طرف رجوع

کرے اور سچّے دل سے اس کے آستانہ پر گرے تو پھر کیا مجال ہے کہ شیطان وساوس ڈال سکے۔ شیطان انسان کا پورا دشمن ہے۔ قرآن شریف میں اس کا نام عدو رکھا گیا ہے۔ اس نے اوّل تمہارے باپ کو نکالا پھر وہ اس پر خوش نہیں۔ اب اس کا یہ ارادہ ہے کہ تم سب کو دوزخ میں ڈال دے۔ یہ دوسرا حملہ پہلے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وہ ابتداء سے بدی کرتا چلا آیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تم پر غالب آوے لیکن جب تک کہ تم ہر بات میں خداتعالیٰ کو مقدم رکھو گے وہ ہرگز تم پر غالب نہ آسکے گا۔ جب انسان خدا کی راہ میں دُکھ اُٹھاتا ہے اور شیطان سے مغلوب نہیں ہوتا تب اس کو ایک نور ملتا ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم، ص 419 تا 420)

☆ایک شخص نے سوال کیا کہ مجھے نماز میں وساوس اور ادھر اُدھر کے خیالات بہت پیدا ہوتے ہیں۔ فرمایا:

اس کی اصل جڑ امن اور غفلت ہے۔ جب انسان خدا تعالیٰ کے عذاب سے غافل ہو کر امن میں ہو جاتا ہے تب وساوس ہوتے ہیں۔ دیکھو زلزلے کے وقت اور کشتی میں بیٹھ کر جب کشتی خوفناک مقام پر پہنچتی ہے سب اللہ اللہ کرتے ہیں اور کسی کے دل میں وساوس پیدا نہیں ہوتے۔

(ملفوظات جلد چہارم، ص284)

نماز میں بے حضوری کا علاج

سوال: ایک شخص نے سوال کیا کہ جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو مجھے حضورِ قلب حاصل نہیں ہوتا۔ کیا اس صورت میں میری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

فرمایا: اِنسان کی کوشش سے جو حضورِ قلب حاصل ہوسکتا ہے وہ یہی ہے کہ مسلمان وضو کرتا ہے۔ اپنے آپ کو کشاں کشاں مسجد تک لے جاتا ہے۔ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ یہاں تک انسان کی کوشش ہے اس کے بعد حضورِ قلب کا عطا کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ انسان اپنا کام کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی ایک وقت پر اپنی عطا نازل کرتا ہے۔ نماز میں بے حضوری کا علاج بھی نماز ہی ہے۔ نماز پڑھتے جاؤ۔ اس سے سب دروازے رحمت کے کھل جاویں گے۔

(ملفوظات جلد پنجم،ص 66)

نماز میں حضور اور لذّت پیدا کرنے کا طریق

میں دیکھتا ہوں کہ آجکل لوگ جسطرح نماز پڑھتے ہیں وہ محض ٹکریں مارنا ہے۔ اُن کی نماز میں اس قدر بھی رقّت اور لذّت نہیں ہوتی جس قدر نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا میں ظاہر کرتے ہیں۔ کاش یہ لوگ اپنی دُعائیں نماز میں ہی کرتے۔

شاید اُن کی نمازوں میں حضور اور لذّت پیدا ہو جاتی اس لیے میں حکماً آپ کو کہتا ہوں کہ سرِ دست آپ بالکل نماز کے بعد دُعا نہ کریں اور وہ لذّت اور حضور جو دُعا کے لیے رکھا ہے، دُعاؤں کو نماز میں کرنے سے پیدا کریں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ نماز کے بعد دُعا کرنی منع ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ جب تک نماز میں کافی لذت اور حضور پیدا نہ ہو نماز کے بعد دعا کرنے میں نماز کی لذّت کو مت گنواؤ۔ ہاں جب یہ حضور پیدا ہو جاوے تو کوئی حرج نہیں سو بہتر ہے نماز میں دُعائیں اپنی زبان میں مانگو۔ جو طبعی جوش کسی کی مادری زبان میں ہوتا ہے وہ ہرگز غیر زبان میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ سو نمازوں میں قرآن اور ماثورہ دُعاؤں کے بعد اپنی ضرورتوں کو برنگِ دُعا اپنی زبان میں خدا تعالیٰ کے آگے پیش کرو تا کہ آہستہ آہستہ تم کو حلاوت پیدا ہو جائے سب سے عمدہ دُعا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو۔ کیونکہ گناہوں ہی سے دل سخت ہو جاتا اور انسان دنیا کا کیڑا بن جاتا ہے۔ ہماری دُعا یہ ہونی چاہیے کہ خدا تعالیٰ ہم سے گناہوں کو جو دِل کو سخت کر دیتے ہیں دُور کر دے اور اپنی رضامندی کی راہ دِکھلائے۔

(ملفوظات جلد چہارم، ص 29 تا 30)

باب XVIII

عبادت میں لذّت اور راحت

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو نمازوں میں لذّت نہیں آتی مگر وہ نہیں جانتے کہ لذّت اپنے اختیار میں نہیں ہے اور لذّت کا معیار بھی الگ ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اشد درجہ کی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے مگر وہ اس تکلیف کو بھی لذّت ہی سمجھ لیتا ہے........

........غرض ساری لذّت اور راحت دکھ کے بعد آتی ہے۔ اسی لیے قرآن شریف میں یہ قاعدہ بتایا ہے۔ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا (الم نشرح: 7) اگر کسی راحت سے پہلے تکلیف نہیں تو وہ راحت راحت ہی نہیں رہتی اسی طرح پر جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو عبادت میں لذت نہیں آتی ان کو پہلے اپنی جگہ سوچ لینا ضروری ہے کہ وہ عبادت کے لیے کِس قدر دُکھ اور تکالیف اُٹھاتے ہیں۔ جس قدر دُکھ اور تکالیف انسان اُٹھائے گا۔ وہی تبدیل صورت کے بعد لذّت ہوجاتا ہے میری مراد ان دکھوں سے نہیں کہ انسان اپنے آپ کو بے جا مشقتوں میں ڈالے اور

مالا یطاق تکالیف اٹھانے کا دعویٰ کرے۔

(ملفوظات جلد دوم،ص 697،698)

عبادت میں تکلیف برداشت کرنے کی حقیقت

قرآن شریف میں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا (البقرۃ: 287) آیا ہے اور رہبانیت اسلام میں نہیں ہے جسمیں پڑ کر انسان اپنے ہاتھ سُکھالے یا اپنی دوسری قوتوں کو بیکار چھوڑ دے یا اور قسم قسم کی تکالیف شدیدہ میں اپنی جان کو ڈالے۔ عبادت کیلئے دُکھ اٹھانے سے ہمیشہ یہ مُراد ہوتی ہے کہ اِنسان ان کاموں سے رُکے جو عبادت کی لذّت کو دُور کرنے والے ہیں۔ اور ان سے رُکنے میں اولاً ایسی ضرور تکلیف محسوس ہوگی اور خدا تعالیٰ کی نا رضامندیوں سے پرہیز کرے۔ مثلاً ایک چور ہے اس کو ضروری ہے کہ وہ چوری چھوڑے، بدکار ہے تو بدکاری اور بدنظری چھوڑے... اِسی طرح نشوں کا عادی ہے تو ان سے پرہیز کرے۔ اب جب وہ اپنی محبوب اشیاء کو ترک کرے گا۔ تو ضرور ہے کہ اول اول سخت تکلیف اٹھاوے مگر رفتہ رفتہ اگر اِستقلال سے وہ اس پر قائم رہے گا تو دیکھ لے گا کہ ان بدیوں کے چھوڑنے میں جو تکلیف اس کو محسوس ہوتی ہے وہ تکلیف

اب ایک لذّت کا رنگ اختیار کرتی جاتی ہے کیونکہ ان بدیوں کے بالمقابل نیکیاں آتی جائیں گی اور ان کے نیک نتائج جو سکھ دینے والے ہیں وہ بھی ساتھ ہی آئیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہر قول و فعل میں جب خدا تعالیٰ ہی کی رضا کو مقدم کر لے گا اور اس کی ہر حرکت اور سکون اللہ ہی کے امر کے نیچے ہوگی تو صاف اور بین طور پر وہ دیکھے گا کہ پورے اِطمینان اور سکینت کا مزا لے رہا ہے۔ یہ وہ حالت ہوتی ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ (البقرۃ: 63) اسی مقام پر اللہ تعالیٰ کی ولایت میں آتا اور ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آجاتا ہے۔

یاد رکھو کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے لیے اپنی محبوب چیزوں کو جو خدا کی نظر میں مکروہ اور اس کی منشاء کے مخالف ہوتی ہیں چھوڑ کر اپنے آپ کو تکالیف میں ڈالتا ہے تو ایسی تکالیف اُٹھانے والے جسم کا اثر روح پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی اس سے متاثر ہو کر ساتھ ہی ساتھ اپنی تبدیلی میں لگتی ہے۔ یہانتک کہ کامل نیاز مندی کے ساتھ آستانہ اُلوہیت پر بے اختیار ہو کر پڑتی ہے۔ یہ طریق ہے عبادت میں لذّات حاصل کرنے کا۔

تم نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنی عبادت میں لذّت کا یہ طریق سمجھتے ہیں کہ کچھ گیت گا لیے یا باجے بجالیے اور یہی اس کی عبادت ہوگی۔ اس سے دھوکا مت کھاؤ یہ باتیں نفس کی لذّت کا باعث ہوں تو ہوں مگر روح کیلئے ان میں لذّت کی کوئی چیز نہیں ان سے رُوح میں فروتنی اور انکساری کے جوہر پیدا نہیں ہوتے اور عبادت کا اصل منشاء گم ہوجاتا ہے۔ طوائف کی محفلوں میں بھی ایک آدمی ایسا مزا حاصل کرتا ہے تو کیا وہ عبادت کی لذّت سمجھی جاتی ہے؟ یہ باریک بات ہے جس کو دوسری قومیں سمجھ ہی نہیں سکتیں کیونکہ انھوں نے عبادت کی اصل غرض اور غایت کو سمجھا ہی نہیں۔

(ملفوظات جلد دوم، ص 698، 699)

مقام صالحیت

.... چوتھا درجہ صالحین کا ہے۔ یہ بھی جب کمال کے درجہ پر ہو، تو ایک نشان اور معجزہ ہوتا ہے، کامل صلاح یہ ہے کہ کسی قسم کا کوئی بھی فساد باقی نہ رہے۔ بدنِ صالح میں کسی قسم کا کوئی خراب اور زہریلا مادہ نہیں ہوتا، بلکہ جب صاف اور مؤید صحت مواد اسمیں ہو، تو اسوقت صالح کہلاتا ہے۔ جب تک

صالح مادہ نہیں، تب تک اس کے لوازم بھی صالح نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ مٹھاس بھی اُسے کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح پر جب تک انسان صالح نہیں بنتا اور ہر قسم کی بدیوں سے نہیں بچتا اور خراب مادے نہیں نکلتے، اسوقت تک عبادات کڑوی معلوم ہوتی ہیں۔ نماز پڑھتا ہے لیکن اُسے کوئی لذّت اور سُرور نہیں آتا۔ وہ ٹکریں مار کر منحوس منہ سے سلام پھیر کر رُخصت ہوتا ہے، لیکن عبادات میں مزا اُسی وقت آتا ہے۔ جب گندے مواد اندر سے نکل جاتے ہیں پھر اُنس اور ذوق شوق پیدا ہوتا ہے۔ اصلاحِ انسانی اِسی درجہ سے شروع ہوتی ہے۔

(ملفوظات جلد اول، ص256)

نماز میں لذّت کے حصول کی شرائط

ایک نے عرض کی کہ نماز میں لذّت کچھ نہیں آتی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز نماز بھی ہو۔ نماز سے پیشتر ایمان شرط ہے ایک ہندو اگر نماز پڑھے گا تو اسے کیا فائدہ ہوگا۔ جس کا ایمان قوی ہوگا وہ دیکھے گا کہ نماز میں کیسے لذّت ہے اور اس سے اوّل معرفت ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے آتی ہے اور کچھ اس کی طینت سے آتی ہے جو محمود فطرت

والے مناسب حال اس کے فضل کے ہوتے ہیں اور اس کے اہل ہوتے ہیں۔ انہیں پر فضل بھی کرتا ہے ۔ہاں، یہ بھی لازم ہے کہ جیسے دنیا کی راہ میں کوشش کرتا ہے ویسے ہی خدا کی راہ میں بھی کرے۔ پنجابی میں ایک مثل ہے۔"جو منگے سو مرر ہے مرے سو منگن جا"

(ملفوظات جلد دوم،ص 630)

نماز اور استغفار دل کی غفلت کا علاج ہیں

سیر سے واپس ہوتے ہوئے ایک حافظ صاحب نے آپ سے مصافحہ کیا اور عرض کی کہ میں نابینا ہوں ذرا کھڑے ہو کر میری عرض سُن لیں۔ حضور کھڑے ہوگئے اُس نے کہا میں آپ کا عاشق ہوں اور چاہتا ہوں کہ غفلت دور ہو حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

نماز اور استغفار دِل کی غفلت کے عمدہ علاج ہیں نماز میں دُعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ ! مجھ میں اور میرے گناہوں میں دوری ڈال۔ صدق سے انسان دُعا کرتا رہے تو یہ یقینی بات ہے کہ کسی وقت منظور ہوجائے۔ جلدی کرنی اچھی نہیں ہوتی زمیندار ایک کھیت بوتا ہے تو اسی وقت نہیں کاٹ لیتا۔ بے

صبری کرنیوالا بے نصیب ہوتا ہے۔ نیک انسان کی یہ علامت ہے کہ وہ بے صبری نہیں کرتا۔ بے صبری کرنیوالے بڑے بڑے بدنصیب دیکھے گئے ہیں۔ اگر ایک انسان کنواں کھودے اور بیس ہاتھ کھودے اور ایک ہاتھ رہ جائے تو اسوقت بے صبری سے چھوڑ دے تو اپنی ساری محنت کو برباد کرتا ہے اور اگر صبر سے ایک ہاتھ اور بھی کھودلے تو گوہرِ مقصود پالیوے۔ یہ خداتعالیٰ کی عادت ہے کہ ذوق اور شوق اور معرفت کی نعمت، ہمیشہ دکھ کے بعد دیا کرتا ہے اگر ہر ایک نعمت آسانی سے مِل جائے تو اس کی قدر نہیں ہوا کرتی سعدی نے کیا عمدہ کہا ہے۔

گر نباشد بدوست راہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

(ملفوظات جلد دوم،ص 552)

نماز میں سُستی دور کرنے کا علاج

علی گڑھ کے ایک طالبعلم نے اپنی حالت کا ذکر کیا کہ نماز میں سُستی ہوجاتی ہے اور میرے ہم مجلسوں نے اس پر اعتراض کیا اور ان کے اعتراض نے مجھے بہت کچھ متاثر کیا ہے اس لیے حضور کوئی علاج اس سُستی کا بتائیں۔

فرمایا:

جب تک خوفِ الٰہی دل پر طاری نہ ہو گا گناہ دور نہیں ہوسکتا اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں تک موقعہ ملے ملاقات کرتے رہو ہم تو اپنی جماعت کو قبر کے سر پر رکھنا چاہتے ہیں کہ قبر ہر وقت مدنظر ہو لیکن جو اس وقت نہیں سمجھے گا وہ آخر خدا تعالیٰ کے قہری نشان سے سمجھے گا۔

(ملفوظات جلد دوم، ص396)

استغفار۔قبض کا علاج

انسان پر قبض اور بسط کی حالت آتی رہتی ہے۔ بسط کی حالت میں ذوق اور شوق بڑھ جاتا ہے اور قلب میں ایک انشراح پیدا ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے۔ نمازوں میں لذّت اور سُرور پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بعض وقت ایسی حالت بھی پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ ذوق اور شوق جاتا رہتا ہے اور دل میں ایک تنگی کی حالت ہوجاتی ہے۔ جب ایسی حالت ہوجائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ کثرت کے ساتھ استغفار کرے اور پھر درُود شریف بہت پڑھے۔ نماز بھی بار بار پڑھے۔ قبض کے دور ہونے کا یہی علاج ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل ،ص 194)

قبض و بسط

بابو نبی بخش صاحب احمدی کلرک لاھور نے عرض کی کہ بعض وقت تو دل میں خود بخود ایک ایسی تحریک پیدا ہوتی ہے کہ طبیعت عبادت کی طرف راغب ہوتی ہے اور قلب میں ایک عجیب فرحت اور سُرور محسوس ہوتا ہے اور بعض وقت یہ حالت ہوتی ہے کہ نفس پر جبر اور بوجھ ڈالنے سے بھی حلاوت پیدا نہیں ہوتی اور عبادت ایک بارِگراں معلوم ہوتی ہے حضرتِ اقدسؑ نے فرمایا کہ:

اسے قبض اور بسط کہتے ہیں۔قبض اس حالت کا نام ہے جبکہ ایک غفلت کا پردہ اس کے دِل پر چھاجاتا ہے اور خدا کی طرف محبّت کم ہوتی ہے اور طرح طرح کے فکر اور رنج اور غم اور اسباب دنیوی میں مشغول ہوجاتا ہے اور بسط اس کا نام ہے کہ انسان دنیا سے دل برداشتہ ہوکر خدا کی طرف رجوع کرے اور موت کو ہر وقت یاد رکھے۔ جب تک اس کو اپنی موت بخوبی یادنہیں ہوتی وہ اس حالت تک نہیں پہنچ سکتا۔موت تو ہر وقت قریب آتی جاتی ہے کوئی آدمی ایسانہیں جس کے قریبی رشتہ دار فوت نہیں ہوچکے اور آجکل تو وبا سے گھر کے گھر صاف ہوتے

جاتے ہیں اور موت کیلئے طبیعت پر زور دے کر سوچنے کی حاجت ہی نہیں رہی۔

یہ حالتیں قبض و بسط کی اس شخص کو پیدا ہوتی ہیں جس کو موت یاد نہیں ہوتی کیونکہ تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ بعض دفعہ انسان قبض کی حالت میں ہوتا ہے اور ایک ناگہانی حادثہ پیش آجانے سے وہ حالت قبض معًا دور ہوجاتی ہے جیسے کوئی زلزلہ آجاوے یا موت کا حادثہ ہو جاوے تو ساتھ ہی اس کا اِنشراح ہوجاتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبض اصل میں ایک عارضی شئے ہے جو کہ موت کو بہت یاد کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچّا پیوست ہو جانے سے دور ہوجاتی ہے اور پھر بسط کی حالت دائمی ہوجاتی ہے۔ عارفوں کو قبض کی حالت بہت کم ہوتی ہے۔ نادان انسان سمجھتا ہے کہ دنیا بہت دیر رہنے کی جگہ ہے میں پھر نیکی کرلوں گا۔ اس واسطے غلطی کرتا ہے اور عارف سمجھتا ہے کہ آج کا دِن جو ہے یہ غنیمت ہے خدا معلوم کل زندگی ہے کہ نہیں۔ (ملفوظات جلد سوم،ص 193،194)

معرفت الٰہی سے نماز میں ذوق پیدا ہوتا ہے

عرب صاحب نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھتا ہوں مگر

دِل نہیں ہوتا

فرمایا: جب خدا کو پہچان لو گے تو پھر نماز ہی نماز میں رہو گے۔ دیکھو یہ بات اِنسان کی فطرت میں ہے کہ خواہ کوئی ادنیٰ سی بات ہو جب اس کو پسند آجاتی ہے تو پھر دل خواہ نخواہ اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ اسی طرح پر جب انسان اللہ تعالیٰ کو شناخت کرلیتا ہے اور اسکے حسن و احسان کو پسند کرتا ہے تو دِل بے اختیار ہوکر اسی کی طرف دوڑتا ہے اور بے ذوقی سے ایک ذوق پیدا ہوجاتا ہے اصل نماز وہی ہے جس میں خدا کو دیکھتا ہے۔ اس زندگی کا مزا اسی دن آسکتا ہے جبکہ سب ذوق اور شوق سے بڑھ کر جو خوشی کے سامانوں میں مل سکتا ہے، تمام لذّت اور ذوق دُعا ہی میں محسوس ہو۔ یاد رکھو کوئی آدمی کسی موت و حیات کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا خواہ رات کو موت آجاوے یا دِن کو۔ جو لوگ دنیا سے ایسا دل لگاتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں وہ اس دنیا سے نامُراد جاتے ہیں۔ وہاں ان کے لیے خزانہ نہیں ہے جس سے وہ لذّت اور خوشی حاصل کرسکیں۔

(ملفوظات جلد دوم، ص614)

زاہدانہ زندگی کا معیار نماز ہے اور نماز میں دُعا اور تضرع کا قاعدہ

انسان کی زاہدانہ زندگی کا بڑا بھاری معیار نماز ہے۔ وہ شخص جو خدا کے حضور نماز میں گریاں رہتا ہے، امن میں رہتا ہے جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں چیخ چیخ کر روتا ہے اور اپنی ماں کی محبت اور شفقت کو محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح پر نماز میں تضرع اور ابتہال کے ساتھ خدا کے حضور گڑگڑانے والا اپنے آپ کو ربُوبیت کی عطُوفت کی گود میں ڈال دیتا ہے۔ یادرکھو اُس نے ایمان کا حظ نہیں اُٹھایا جس نے نماز میں لذّت نہیں پائی نماز صرف ٹکروں کا نام نہیں ہے۔ بعض لوگ نماز کو تو دوچار چونچیں لگا کر جیسے مرغی ٹھونگیں مارتی ہے ختم کرتے ہیں اور پھر لمبی چوڑی دُعا شروع کرتے ہیں حالانکہ وہ وقت جو اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرنے کے لیے مِلا تھا اس کو صرف ایک رسم اور عادت کے طور پر جلد جلد کرنے میں گذار دیتے ہیں اور حضور الٰہی سے نکل کر دُعا مانگتے ہیں۔ نماز میں دُعا مانگو۔ نماز کو دُعا کا ایک وسیلہ اور ذریعہ سمجھو۔

فاتحہ فتح کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ مومن کو مومن اور کافر

کو کافر بنا دیتی ہے۔ یعنی دونوں میں ایک امتیاز پیدا کر دیتی ہے اور دل کو کھولتی، سینہ میں ایک انشراح پیدا کرتی ہے، اس لیے سورۃ فاتحہ کو بہت پڑھنا چاہیے اور اس دُعا پر خوب غور کرنا ضروری ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ وہ ایک سائلِ کامل اور محتاج مطلق کی صورت بناوے اور جیسے ایک فقیر اور سائل نہایت عاجزی سے کبھی اپنی شکل سے اور کبھی آواز سے دوسرے کو رحم دِلاتا ہے۔ اسی طرح سے چاہیے کہ پوری تضرع اور ابتہال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور عرضِ حال کرے۔ پس جب تک نماز میں تضرع سے کام نہ لے اور دُعا کے لیے نماز کو ذریعہ قرار نہ دے... نماز میں لذّت کہاں؟

(ملفوظات جلد اوّل، ص402)

رقّت کی لذّت

طاعون کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ ایک عرب صاحب نووارد تھے۔ انھوں نے قرآن شریف سُنایا اس کی لذّت اور رقّت کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ دنیا میں ہزاروں لذّتیں ہیں۔ مگر رقّت جیسی کوئی بھی لذّت نہیں۔ یہی ہے جس سے نماز اور عبادت کا مزا آتا

ہے اور پھر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

(ملفوظات جلد سوم،ص216)

خلوت میں عبادت اور دُعا کا لُطف

آجکل سخت گرمی پڑنے اور برسات نہ ہونے کا ذِکر تھا۔
فرمایا: ایسے موقعہ پر نماز استسقاء کا پڑھنا سُنّت ہے میں جماعت کے ساتھ بھی سُنّت ادا کروں گا مگر میرا اِرادہ ہے کہ باہر جا کر علیحدگی میں نماز پڑھوں اور دُعا کروں۔ خلوت میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرنے اور دُعا مانگنے کا جو لُطف ہے وہ لوگوں میں بیٹھ کر نہیں ہے اور بھی دُعاؤں کا ذخیرہ ہے۔ اسی مطلب کے واسطے میں نے باغ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی ہے جس کو مسجد البیت کہنا چاہیے........

جب خوفِ الٰہی اور محبت غالب آتی ہے تو باقی تمام خوف اور محبتیں زائل ہوجاتی ہیں۔ ایسی دُعا کے واسطے علیحدگی بھی ضروری ہے۔ اِسی پورے تعلق کے ساتھ انوار ظاہر ہوتے ہیں اور ہر ایک تعلق ایک ستر کو چاہتا ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم،ص 321 تا 322)

باب XIX

مجرد خشوع وگریہ وزاری تعلق باللہ کی علامت نہیں

خشوع اور سوز و گداز کی حالت گو وہ کیسی ہی لذّت اور سُرور کے ساتھ ہو خدا سے تعلق پکڑنے کیلئے کوئی لازمی علامت نہیں ہے یعنی کسی شخص میں نماز اور یادِ الٰہی کی حالت میں خشوع اور سوز و گداز اور گریہ زاری پیدا ہونا لازمی طور پر اس بات کو مستلزم نہیں کہ اس شخص کو خدا سے تعلق بھی ہے ممکن ہے کہ یہ سب حالات کسی شخص میں موجود ہوں مگر ابھی اس کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہ ہو۔ جیسا کہ مشاہدہ صریحہ اس بات پر گواہ ہے کہ بہت سے لوگ پند و نصیحت کی مجلسوں اور وعظ و تذکیر کی محفلوں یا نماز اور یادِ الٰہی کی حالت میں خوب روتے اور وجد کرتے اور نعرے مارتے اور سوز و گداز ظاہر کرتے ہیں اور آنسو اُن کے رخساروں پر پانی کی طرح رواں ہوجاتے ہیں بلکہ بعض کا رونا تو مُنہ پر رکھا ہوا ہوتا ہے۔ ایک بات سُنی اور وہیں رو دیا مگر تاہم لغویات سے وہ کنارہ کش نہیں ہوتے اور بہت سے لغو کام

اور لغو باتیں اور لغو سیر و تماشے اُنکے گلے کا ہار ہو جاتے ہیں۔ جن سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ کچھ بھی اُن کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں اور نہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کچھ اُن کے دلوں میں ہے۔ پس یہ عجیب تماشہ ہے کہ ایسے گندے نفسوں کیساتھ بھی خشوع اور سوز و گداز کی حالت جمع ہو جاتی ہے اور یہ عبرت کا مقام ہے۔ اور اُس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مجرد خشوع اور گریہ و زاری کہ جو بغیر ترک لغویات ہو کچھ فخر کرنے کی جگہ نہیں اور نہ یہ قربِ الٰہی اور تعلق بِاللہ کی کوئی علامت ہے۔

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حِصّہ پنجم ،روحانی خزائن جلد 21،ص 193 تا194)

خشوع کی حالت اُس وقت تک خطرہ سے خالی نہیں جب تک رحیم خدا سے تعلق نہ پکڑے

دراصل خشوع اور رقت مومن کے روحانی وجود کی تخلیق کا پہلا درجہ ہے چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں:

......اور اوّل مرتبہ مومن کے روحانی وجود کا وہ خشوع اور رقت اور سوز و گداز کی حالت ہے جو نماز اور یادِ الٰہی میں مومن کو میسّر آتی ہے۔ یعنی گدازش اور رقّت اور فروتنی اور عجز و

نیاز رُوح کا انکسار اور ایک تڑپ اور قلق اور تپش اپنے اندر پیدا کرنا اور ایک خوف کی حالت اپنے پر وارد کرکے خدائے عزوجل کی طرف دل کو جُھکانا جیسا کہ اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُو مِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلَوٰ تِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ

یعنی وہ مومن مُراد پاگئے جو اپنی نمازوں میں اور ہر ایک طور کی یادِ الٰہی میں فروتنی اور عجز و نیاز اختیار کرتے ہیں اور رقّت اور سوز و گداز اور قلق اور کرب اور دلی جوش سے اپنے رب کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں۔ یہ خشوع کی حالت جس کی تعریف کا اوپر اشارہ کیا گیا ہے روحانی وجود کی تیاری کے لیے پہلا مرتبہ ہے یا یوں کہو کہ وہ پہلا تخم ہے جو عبودیت کی زمین میں بویا جاتا ہے اور وہ اجمالی طور پر اُن تمام قویٰ اور صفات اور اعضاء اور تمام نقش و نگاراور حسن و جمال اور خط و خال اور شمائلِ روحانیہ پر مشتمل ہے جو پانچویں اور چھٹے درجہ میں انسانِ کامل کیلئے نمودار طور پر ظاہر ہوتے اور اپنے دلکش پیرایہ میں تجلّی فرماتے ہیں۔ اور چونکہ وہ نطفہ کی طرح روحانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے اس لیے وہ آیت قرآنی میں نُطفہ کی طرح پہلے مرتبہ پر رکھا گیا ہے۔ اور نُطفہ کے مقابل پر دکھایا گیا

ہے۔ یا وہ لوگ جو قرآن شریف میں غور کرتے ہیں سمجھ لیں کہ نماز میں خشوع کی حالت روحانی وجود کے لیے ایک نُطفہ ہے اور نُطفہ کی طرح رُوحانی طور پر انسان کامل کے تمام قویٰ اور صفات اور تمام نقش و نگار اسمیں مخفی ہیں۔ اور جیسا کہ نُطفہ اس وقت تک معرض خطر میں ہے جب تک کہ رحم سے تعلق نہ پکڑے ایسا ہی روحانی وجود کی ابتدائی حالت یعنی خشوع کی حالت اُس وقت تک خطرہ سے خالی نہیں جب تک کہ رحیم خدا سے تعلق نہ پکڑ لے۔

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصّہ پنجم ، روحانی خزائن جلد 21، ص،188 تا 189)

لغویات سے کنارہ کشی تعلق باللہ پر دلیل ہے

خشوع کی حالت کا کبھی کبھی دل پر وارد ہونا یا نماز میں ذوق اور سُرور حاصل ہونا یہ اور چیز ہے اور طہارتِ نفس اور چیز۔ اور گو کسی سالک کا خشوع اور عجز و نیاز اور سوز و گداز بدعت اور شرک کی آمیزش سے پاک بھی ہوتا ہم ایسا آدمی جس کا وجود روحانی ابھی مرتبہ دوم تک نہیں پہنچا ابھی صرف قبلہ روحانی کا قصد کر رہا ہے اور راہ میں سرگردان ہے اور ہنوز اس کی راہ میں طرح طرح کے دشت و بیابان اور خارستان اور

کوہستان اور بحرِ عظیم پُرطوفان اور درندگان دشمن ایمان و دشمنِ جان قدم قدم پر بیٹھے ہیں تا وقتیکہ وجودِ روحانی کے دوسرے مرتبے تک نہ پہنچ جائے۔

یاد رہے کہ خشوع اور عجز و نیاز کی حالت کو یہ بات ہرگز لازم نہیں ہے کہ خدا سے سچّا تعلق ہوجائے بلکہ بسااوقات شریر لوگوں کو بھی کوئی نمونہ قہرِالٰہی دیکھ کر خشوع پیدا ہوجاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے ان کو کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا اور نہ لغو کاموں سے ابھی رہائی ہوتی ہے۔

......غرض جیسا کہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں خشوع کی حالت کے ساتھ بہت گند جمع ہوسکتے ہیں البتہ وہ تمام آئندہ کمالات کے لیے تخم کی طرح ہے مگر ایسی حالت کو کمال سمجھنا اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے۔ بلکہ بعد اس کے ایک اور مرتبہ ہے جس کی تلاش مومن کو کرنی چاہیے اور کبھی آرام نہیں لینا چاہیے اور سُست نہیں ہونا چاہیے جب تک وہ رُتبہ حاصل نہ ہو جائے اور وہ وہی مرتبہ ہے جسکو کلام الٰہی نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۝ یعنی مومن صرف وہی لوگ نہیں ہیں جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں اور سوز و

گداز ظاہر کرتے ہیں، بلکہ ان سے بڑھ کر وہ مومن ہیں کہ باجود خشوع اور سوز و گداز کے تمام لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغوتعلقوں سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں اور اپنی خشوع کی حالت کو بیہودہ کاموں اور لغو باتوں کے ساتھ ملا کر ضائع اور برباد ہونے نہیں دیتے اور طبعاً تمام لغویات سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔ اور بیہودہ باتوں اور بیہودہ کاموں سے ایک کراہت ان کے دلوں میں پیدا ہوجاتی ہے۔ اور یہ اس بات پر دلیل ہوتی ہے کہ ان کو خداتعالیٰ سے کچھ تعلق ہوگیا ہے۔

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ، حصّہ پنجم ،روحانی خزائن جلد 21،ص 201 تا 202)

توحید کے عملی اقرار کا نام ہی نماز ہے

خوب یاد رکھو اور پھر یاد رکھو کہ غیر اللہ کی طرف جُھکنا خدا سے کاٹنا ہے نماز اور توحید کچھ ہی ہو (کیونکہ توحید کے عملی اقرار کا نام ہی نماز ہے) اسی وقت بے برکت اور بے سود ہوتی ہے۔ جب اسمیں نیستی اور تذلّل کی رُوح اور حنیف دل نہ ہو!! سُنو! وہ دُعا جس کے لیئے اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ فرمایاہے اس کے لیے یہی سچّی روح مطلوب ہے۔ اگر اس تضرع اور خشوع میں حقیقت کی روح نہیں تو وہ ٹیں ٹیں سے کم نہیں ہے

(تفسیر سورۃ البقرۃ،ص 55)

نماز تدّبر سے پڑھو

نماز پڑھو تدّبر سے پڑھو اور ادعیہ ماثورہ کے بعد اپنی زبان میں دُعا مانگنی مطلق حرام نہیں ہے۔ جب گدازش ہو تو سمجھو کہ مجھے موقع دیا گیا ہے۔ اس وقت کثرت سے مانگو۔ اس قدر مانگو کہ اس نکتہ تک پہنچو کہ جس سے رقّت پیدا ہوجاوے یہ بات اختیاری نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ترشحات پیدا ہوتے ہیں۔دعا وہ اکسیر ہے۔جو ایک مُشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے۔اور وہ ایک پانی جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔اُس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہ کر آستانہ حضرت احدیت پر گرتی ہے۔وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے۔اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے۔اور اسی کی ظِل وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھائی ہے۔اور روح کا کھڑا ہونا یہ ہے کہ وہ خدا کے لئے ہر ایک مصیبت کی برداشت اور حکم ماننے کے بارے میں مستعدی ظاہر کرتی ہے۔اور اس کا رکوع یعنی جھکنا یہ ہے کہ وہ تمام محبتوں اور تعلقوں کو چھوڑ کر خدا کی طرف جھک آتی ہے۔اور خدا کے لئے ہوجاتی ہے۔اور اس کا سجدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر

گِر کر اپنے تئیں بکلّی کھو دیتی ہے۔اور اپنے نقشِ وجود کو مٹا دیتی ہے۔یہی نماز ہے جو خدا کو ملاتی ہے۔اور شریعت اسلامی نے اُس کی تصویر معمولی نماز میں کھینچ کر دکھلائی ہے۔تا وہ جسمانی نماز روحانی نماز کی طرف محرک ہو۔کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کے وجود کی ایسی بناوٹ پیدا کی ہے کہ روح کا اثر جسم پر اور جسم کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے۔جب تمہاری روح غمگین ہو تو آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔اور جب روح میں خوشی پیدا ہو تو چہرہ پر بشاشت ظاہر ہو جاتی ہے۔یہاں تک کہ انسان بسا اوقات ہنسنے لگتا ہے۔ایسا ہی جب جسم کو کوئی تکلیف اور درد پہنچے تو اُس درد میں روح بھی شریک ہوتی ہے اور جب جسم کھُلی ٹھنڈی ہوا سے خوش ہو ۔تو روح بھی اُس سے کچھ حصہ لیتی ہے۔پس جسمانی عبادات کی غرض یہ ہے کہ روح اور جسم کے باہمی تعلقات کی وجہ سے روح میں حضرت احدیت کی طرف حرکت پیدا ہو۔اور وہ روحانی قیام اور رکوع اور سجود میں مشغول ہو جائے کیونکہ انسان ترقیات کے لئے مجاہدات کا محتاج ہے۔اور یہ بھی ایک قسم مجاہدہ کی ہے۔یہ تو ظاہر ہے کہ جب دو چیزیں باہم پیوست ہوں تو جب ہم ان میں سے ایک چیز کو اٹھائیں گے تو اس اٹھانے سے دوسری چیز

کو بھی جو اس سے ملحق ہے ۔کچھ حرکت پیدا ہوگی۔لیکن صرف جسمانی قیام اور رکوع اور سجود میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔جب تک کہ اس کے ساتھ یہ کوشش شامل نہ ہو۔کہ روح بھی اپنے طور سے قیام اور رکوع اور سجود سے کچھ حصہ لے۔اور یہ حصہ لینا معرفت پر موقوف ہے۔اور معرفت فضل پر موقوف۔
(سورۃ البقرۃ،57,56)

خدا کی محبت کی یاد کا دوسرا نام نماز ہے

پہلے پانچ درجات کے بعد جن کا سورۃالمومنون کے شروع میں ذکر ہے (ناقل) چھٹا درجہ وجودِ روحانی کا وہ ہے جس کو خداتعالیٰ اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ

یعنی چھٹے درجہ کے مومن جو پانچویں درجہ سے بڑھ گئے ہیں وہ ہیں جو اپنی نمازوں پر محافظ اور نگہبان ہیں یعنی وہ کسی دوسرے کی تذکیر اور یاد دہانی کے محتاج نہیں رہے بلکہ کچھ ایسا تعلق ان کو خدا سے پیدا ہوگیا ہے اور خدا کی یاد کچھ اس قسم کی محبوب طبع اور مدارِ آرام اور مدارِ زندگی ان کیلئے ہوگئی ہے کہ وہ ہروقت اس کی نگہبانی میں لگے رہتے ہیں اور ہردم ان کا یادِ الٰہی

میں گزرتا ہے اور نہیں چاہتے کہ ایک دم بھی خدا کے ذکر سے الگ ہوں۔

اب ظاہر ہے کہ انسان اسی چیز کی محافظت اور نگہبانی میں تمام تر کوشش کر کے ہردم لگا رہتا ہے جس کے گم ہونے میں اپنی ہلاکت اور تباہی دیکھتا ہے جیسا کہ ایک مسافر جو ایک بیابان بے آب و دانہ میں سفر کر رہا ہے جس کے صد ہا کوس تک پانی اور روٹی ملنے کی کوئی امید نہیں وہ اپنے پانی اور روٹی کی جو ساتھ رکھتا ہے بہت محافظت کرتا ہے اور اپنی جان کے برابر اس کو سمجھتا ہے کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے ضائع ہونے میں اس کی موت ہے۔

پس وہ لوگ جو اس مسافر کی طرح اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں اور گو مال کا نقصان ہو یا عزّت کا نقصان ہو یا نماز کیوجہ سے کوئی ناراض ہوجائے نماز کو نہیں چھوڑتے اور اس کے ضائع ہونے کے اندیشے میں سخت بیتاب ہوتے اور پیچ و تاب کھاتے گویا مر ہی جاتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ایک دم بھی یادِ الٰہی سے الگ ہوں۔ وہ درحقیقت نماز اور یادِ الٰہی کو اپنی ایک ضروری غذا سمجھتے ہیں جس پر ان کی زندگی کا مدار ہے۔ اور یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب خدا تعالیٰ

ان سے محبت کرتا ہے اور اس کی محبت ذاتیہ کا ایک افروختہ شعلہ جس کو روحانی وجود کے لیے ایک روح کہنا چاہیے۔ اُن کے دل پر نازل ہوتا ہے۔ اور ان کو حیات ثانی بخش دیتا ہے۔ اور وہ رُوح ان کے تمام وجود روحانی کو روشنی اور زندگی بخشتی ہے۔ تب وہ نہ کسی تکلّف اور بناوٹ سے خدا کی یاد میں لگے رہتے ہیں بلکہ وہ خدا جس نے جسمانی طور پر انسان کی زندگی روٹی اور پانی پر موقوف رکھی ہے وہ ان کی روحانی زندگی کو جس سے وہ پیار کرتے ہیں اپنی یاد کی غذا سے وابستہ کردیتا ہے۔ اس لیے وہ اس روٹی اور پانی کو جسمانی روٹی اور پانی سے زیادہ چاہتے ہیں۔ اور اس کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں اور یہ اس روح کا اثر ہوتا ہے جو ایک شعلہ کیطرح اُن میں ڈالی جاتی ہے۔ جس سے عشقِ الٰہی کی کامل مستی اُن میں پیدا ہوجاتی ہے اس لیے وہ یاد الٰہی سے ایک دم الگ ہونا نہیں چاہتے وہ اس کے لیے دُکھ اٹھاتے اور مصائب دیکھتے ہیں مگر اس سے ایک لحظہ بھی جُدا ہونا نہیں چاہتے اور پاس انفاس کرتے ہیں۔ اور اپنی نمازوں کے محافظ اور نگہبان رہتے ہیں۔ اور یہ امر اُن کے لیے طبعی ہے کیونکہ درحقیقت خدا نے اپنی محبت سے بھری ہوئی یاد کو جس کو دوسرے لفظوں میں نماز کہتے ہیں۔ ان کے لیے

ایک ضروری غذا مقرر کردیا ہے اور اپنی محبت ذاتیہ سے ان پر تجلی فرما کر یادِ الٰہی کی ایک دلکش لذّت ان کو عطا کی ہے۔ پس اس وجہ سے یادِ الٰہی جان کی طرح بلکہ جان سے بڑھ کو ان کو عزیز ہوگئی ہے اور خدا کی ذاتی محبت ایک نئی روح ہے جو شعلہ کی طرح ان کے دلوں پر پڑتی ہے اور ان کی نماز اور یادِ الٰہی کو ایک غذا کی طرح ان کے لیے بنادیتی ہے، پس وہ یقین رکھتے ہیں کہ اُن کی زندگی روٹی اور پانی سے نہیں، بلکہ نماز اور یاد الٰہی سے جیتے ہیں۔

غرض محبت سے بھری ہوئی یادِ الٰہی جس کا نام نماز ہے وہ درحقیقت ان کی غذا ہوجاتی ہے۔ جس کے بغیر وہ جی ہی نہیں سکتے اور جس کی محافظت اور نگہبانی بعینہٖ اس مسافر کی طرح وہ کرتے رہتے ہیں جو ایک دشتِ بے آب و دانہ میں اپنی چند روٹیوں کی محافظت کرتا ہے۔ جو اس کے پاس ہیں اور اپنے کسی قدر پانی کو جان کے ساتھ رکھتا ہے جو اس کی مشک میں ہے۔

واہب مطلق نے انسان کی روحانی ترقیات کیلئے یہ بھی ایک مرتبہ رکھا ہوا ہے جو محبت ذاتی اور عشق کے غلبہ اور استیلاء کا آخری مرتبہ ہے اور درحقیقت اس مرتبہ پر انسان کیلئے محبت

سے بھری ہوئی یاد الٰہی جس کا شرعی اِصطلاح میں نماز نام ہے غذا کے قائم مقام ہوجاتی ہے بلکہ وہ بار بار جسمانی روح کو بھی اس غذا پر فدا کرنا چاہتا ہے اور وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اور خدا سے علیحدہ ایک دم بھی بسر کرنا اپنی موت سمجھتا ہے اور اس کی روح آستانہ الٰہی پر ہروقت سجدہ میں رہتی ہے اور تمام آرام اُس کا خدا ہی میں ہوجاتا ہے اور اس کو یقین ہوتا ہے کہ میں اگر ایک طرفة العین بھی یاد الٰہی سے الگ ہوا تو بس میں مرا۔ اور جس طرح روٹی سے جسم میں تازگی اور آنکھ اور کان وغیرہ اعضاء کی قوتوں میں توانائی آجاتی ہے اِسی طرح اس مرتبہ پر یادِ الٰہی جو عشق اور محبت کے جوش سے ہوتی ہے مومن کی روحانی قوتوں کو ترقی دیتی ہے یعنی آنکھ میں قوّت کشف نہایت صاف اور لطیف طور پر پیدا ہوجاتی ہے اور کان خدا تعالیٰ کے کلام کو سُنتے ہیں اور زبان پر وہ کلام نہایت لذیذ اور اجلیٰ اور اصفیٰ طور پر جاری ہوجاتا ہے اور رویائے صادقہ بکثرت ہوتے ہیں جو فلق صبح کی طرح ظہور میں آجاتے ہیں اور بباعثِ علاقہ صافیہ محبت جو حضرت عزّ ہ سے ہوتا ہے مبشر خوابوں سے بہت سا حصّہ اُن کو ملتا ہے۔ یہی وہ مرتبہ ہے جس مرتبہ پر مومن کو محسوس ہوتا ہے

کہ خدا کی محبت اس کے لیے روٹی اور پانی کا کام دیتی ہے۔ یہ نئی پیدائش اس وقت ہوتی ہے جب پہلے روحانی قالب تمام تیار ہوچکتا ہے۔ اور پھر وہ روح جو محبت ذاتیہ الٰہیہ کا ایک شعلہ ہے ایسے مومن کے دِل پر آپڑتا ہے اور یکدفعہ طاقت بالانشیمن بشریت سے بُلند تر اُس کو لے جاتی ہے اور یہ مرتبہ وہ ہے جس کو روحانی طور پر خَلق آخر کہتے ہیں۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم، روحانی خزائن جلد نمبر 21، ص 212 تا 215)

باب XX

ایمان کی جڑ نماز ہے

فرمایا:

..........جس طرح بہت دھوپ کے ساتھ آسمان پر بادل جمع ہو جاتے ہیں اور بارش کا وقت آجاتا ہے ۔ ایسا ہی انسان کی دُعائیں ایک حرارت ایمانی پیدا کرتی ہیں اور پھر کام بن جاتا ہے۔ نماز وہ ہے جِس میں سوزش اور گدازش کے ساتھ اور آداب کے ساتھ انسان خدا کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے جب انسان بندہ ہو کر لاپرواہی کرتا ہے تو خدا کی ذات بھی غنی ہے۔ ہر ایک اُمّت اُس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک اس میں توجہ الی اللہ قائم رہتی ہے ۔ایمان کی جڑ بھی نماز ہے۔ بعض بیوقوف کہتے ہیں کہ خدا کو ہماری نمازوں کی کیا حاجت ہے۔ اے نادانو! خدا کو حاجت نہیں مگر تم کو تو حاجت ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف توجہ کرے۔ خدا کی توجہ سے بگڑے ہوئے کام سب درست ہوجاتے ہیں۔ نماز ہزاروں خطاؤں کو دُور کر دیتی ہے اور ذریعہ حصولِ قربِ الٰہی ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم، ص 292)

کاملین کا نمونہ

حِبی فی اللہ شیخ حامد علی۔ یہ جوان صالح اور ایک صالح خاندان کا ہے اور قریباً سات آٹھ سال سے میری خدمت میں ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ مجھ سے اخلاص اور محبت رکھتا ہے۔ اگرچہ دَقائق تقویٰ تک پہنچنا بڑے عرفاء اور صلحاء کا کام ہے مگر جہاں تک سمجھ ہے اتباع سُنّت اور رعایت تقویٰ میں معروف ہے ۔ میں نے اس کو دیکھا ہے کہ ایسی بیماری میں جو نہایت شدید اور مرض الموت معلوم ہوتی تھی اور ضعف اور لاغری سے میّت کی طرح ہوگیا تھا۔ التزام ادائے نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بے ہوشی اور نازک حالت میں جسطرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ انسان کی خدا ترسی کا اندازہ کرنے کیلئے اسکے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اسکو نماز سے روک نہیں سکتیں۔ وہ بیشک خداتعالیٰ پر ایک سچّا ایمان رکھتا ہے مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا ہے۔ دولتمند اس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3، ص 540)

نماز بھی اضطرابی حالت کو ظاہر کرتی ہے

دیکھو یہ جو نماز پڑھی جاتی ہے اسمیں بھی ایک طرح کا اضطراب ہے۔ کبھی کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ کبھی رکوع کرنا پڑتا ہے اور کبھی سجدہ کرنا پڑتا ہے اور پھر طرح طرح کی احتیاطیں کرنی پڑتی ہیں۔ مطلب یہی ہوتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے لیے دکھ اور مصیبت کو برداشت کرنا سیکھے ورنہ ایک جگہ بیٹھ کر بھی تو خدا تعالیٰ کی یاد ہوسکتی تھی۔ پر خدا تعالیٰ نے ایسا منظور نہیں کیا۔ صلوٰۃ کا لفظ ہی سوزش پر دلالت کرتا ہے جب تک انسان کے دل میں ایک قسم کا قلق اور اضطراب پیدا نہ ہو اور خدا تعالیٰ کے لیے اپنے آرام کو نہ چھوڑے تب تک کچھ بھی نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ فطرتاً اس قسم کے ہوتے ہیں جو ان باتوں میں پورے نہیں اُتر سکتے اور پیدائشی طور پر ہی اُن میں ایسی کمزوریاں پائی جاتی ہیں جو وہ ان امور میں استقلال نہیں دکھا سکتے مگر تاہم بھی توبہ اور استغفار بہت کرنا چاہیے کہ کہیں ہم ان میں ہی شامل نہ ہو جاویں جو دین سے بالکل بے پرواہ ہوتے ہیں اور اپنا مقصود بالذات دُنیا کو ہی سمجھتے ہیں۔

(ملفوظات جلد پنجم، ص331)

صلوٰۃ اور دُعا میں فرق

فرمایا:

ایک مرتبہ میں نے خیال کیا کہ صلوٰۃ میں اور دُعا میں کیا فرق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَلصَّلوٰۃُ هِیَ الدُّعَاءُ اَلصَّلوٰۃُ مُخُّ العِبَادَۃِ یعنی نماز ہی دُعا ہے۔ نماز عبادت کا مغز ہے۔ جب انسان کی دُعا محض دنیوی اُمور کے لیے ہو تو اس کا نام صلوٰۃ نہیں لیکن جب انسان خدا کو ملنا چاہتا ہے اور اس کی رضا کو مدنظر رکھتا ہے اور ادب انکسار تواضع اور نہایت محویت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے تب وہ صلوٰۃ میں ہوتا ہے۔ اصل حقیقت دُعا کی وہ ہے جس کے ذریعہ سے خدا اور اِنسان کے درمیان رابطہ تعلق بڑھے۔ یہی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے اور انسان کو نامعقول باتوں سے ہٹاتی ہے اصل بات یہی ہے کہ انسان رضائے الٰہی کو حاصل کرے۔ اس کے بعد روا ہے کہ انسان اپنی دنیوی ضروریات کے واسطے بھی دُعا کرے۔ یہ اس واسطے روا رکھا گیا ہے کہ دنیوی مشکلات بعض دفعہ دینی معاملات میں حارج ہوجاتے ہیں۔ خاص کر خامی اور

کج پنے کے زمانہ میں یہ امور ٹھوکر کا موجب بن جاتے ہیں۔ صلوٰۃ کا لفظ پُر سوز معنے پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے آگ سے سوزش پیدا ہوتی ہے۔ویسی ہی گدازش دُعا میں پیدا ہونی چاہیے۔ جب ایسی حالت کو پہنچ جائے جیسے موت کی حالت ہوتی ہے تب اسکا نام صلوٰۃ ہوتا ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم ،ص283 تا 284)

نماز گناہوں سے بچنے کا آلہ ہے

نماز بھی گناہوں سے بچنے کا آلہ ہے۔ نماز کی یہ صفت ہے کہ انسان کو گناہ اور بدکاری سے ہٹا دیتی ہے۔ سوتم ویسی نماز کی تلاش کرو اور اپنی نماز کو ایسی بنانے کی کوشش کرو۔ نماز نعمتوں کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیض اسی نماز کے ذریعے سے آتے ہیں۔ سو اس کو سنوار کر ادا کرو۔ تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کے وارث بنو۔

(ملفوظات جلد سوم،ص 103)

نماز یا دُعا کو ایک کارِثواب سے زیادہ نہ سمجھنا غلطی ہے

بعض لوگ جلدی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم دُعا سے منع نہیں کرتے مگر دُعا سے مطلب صرف عبادت ہے۔ جس پر ثواب مترتب ہوتا ہے مگر افسوس کہ یہ لوگ نہیں سوچتے کہ ہر ایک عبادت جس کے اندر خدا تعالیٰ کیطرف سے روحانیت پیدا نہیں ہوتی اور ہر ایک ثواب جس کی محض خیال کے طور پر کسی آئندہ زمانے پر اُمید رکھی جاتی ہے وہ سب خیال باطل ہے۔ حقیقی عبادت اور حقیقی ثواب وہی ہے جس کے اسی دنیا میں انوار و برکات محسوس بھی ہوں۔ ہماری پرستش کی قبولیت کے آثار یہی ہیں کہ ہم عین دُعا کے وقت میں اپنے دل کی آنکھ سے مشاہدہ کریں کہ ایک تریاقی نور خدا سے اُترتا اور ہمارے دل کے زہریلے مواد کو کھوتا اور ہمارے پرایک شعلہ کی طرح گرتا اور فی الفور ہمیں ایک پاک کیفیت انشراح صدر اور یقین اور محبت اور لذّت اور اُنس اور ذوق سے پُر کردیتا ہے۔ اگر یہ اَمر نہیں ہے تو پھر دُعا اور عبادت بھی ایک رسم اور عادت ہے

(ایّام الصّلح ،روحانی خزائن جلد 14 ،ص 241)

ریاء

انسان کی فطرت میں دراصل بدی نہ تھی اور نہ کوئی چیز بُری ہے لیکن بد استعمالی بُری بنا دیتی ہے۔ مثلاً ریاء ہی کو لو۔ یہ بھی در اصل بُری نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی کام محض خدا تعالیٰ کے لیے کرتا ہے اور اس لیے کرتا ہے کہ اس نیکی کی تحریک دوسروں کو بھی ہو تو یہ ریاء بھی نیکی ہے۔

ریاء کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دنیا کے لیے۔ مثلاً کوئی شخص نماز پڑھا رہا ہے اور پیچھے کوئی بڑا آدمی آ گیا اس کے خیال اور لحاظ سے نماز کو لمبا کرنا شروع کر دیا۔ ایسے موقعہ پر بعض آدمیوں پر ایسا رُعب پڑ جاتا ہے کہ وہ بُھول بُھول جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم ریاء کی ہے جو ہر وقت ظاہر نہیں ہوتی مگر اپنے وقت پر جیسے بھوک کے وقت روٹی کھاتا ہے یا پیاس کے وقت پانی پیتا ہے۔ مگر بر خلاف اس کے جو شخص محض اللہ تعالیٰ کے لیے نماز کو سنوار سنوار کر پڑھتا ہے وہ ریاء میں داخل نہیں بلکہ رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

.......نماز جو باجماعت پڑھتا ہے اس میں بھی ایک ریاء تو ہے لیکن انسان کی غرض اگر نمائش ہی ہو تو بیشک ریاء ہے اور

اگر اس سے غرض اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری مقصود ہے تو یہ ایک عجیب نعمت ہے۔ پس مسجدوں میں بھی نمازیں پڑھو اور گھروں میں بھی۔

(ملفوظات جلد چہارم، 643)

وضو اور نماز

طبی فوائد:۔ اور پھر ایسی حالت میں کہ نماز کا پڑھنا اور وُضو کا کرنا طبی فوائد بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ اطباء کہتے ہیں کہ اگر کوئی ہر روز مُنہ نہ دھوئے تو آنکھ آجاتی ہے اور یہ نزول الماء کا مقدمہ ہے اور بہت سی بیماریاں اس سے پیدا ہوتی ہیں پھر بتلاؤ کہ وضو کرتے ہوئے کیوں موت آتی ہے۔ بظاہر کیسی عمدہ بات ہے۔ منہ میں پانی ڈال کر کُلّی کرنا ہوتا ہے۔ مسواک کرنے سے منہ کی بدبو دُور ہوتی ہے دانت مضبوط ہو جاتے ہیں اور دانتوں کی مضبوطی غذا کے عمدہ طور پر چبانے اور جلد ہضم ہوجانے کا باعث ہوتی ہے پھر ناک صاف کرنا ہوتا ہے۔ ناک میں کوئی بدبو داخل ہو تو دماغ کو پراگندہ کر دیتی ہے۔ اب بتلاؤ کہ اس میں برائی کیا ہے۔ اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی حاجات لے جاتا ہے اور اس کو اپنے مطالب عرض کرنے کا

موقع ملتا ہے۔ دُعا کرنے کے لئے فرصت ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ نماز میں ایک گھنٹہ لگ جاتا ہے اگرچہ بعض نمازیں تو پندرہ منٹ سے بھی کم میں ادا ہوجاتی ہیں پھر بڑی حیرانی کی بات ہے کہ نماز کے وقت کو تضیع اوقات سمجھا جاتا ہے جس میں اسقدر بھلائیاں اور فائدے ہیں اور اگر سارا دن اور ساری رات لغواور فضول باتوں یا کھیل اور تماشوں میں ضائع کردیں تو اس کا نام مصروفیت رکھا جاتا ہے اگرقوی ایمان ہوتا ،قوی تو ایک طرف اگر ایمان ہی ہوتا، تو یہ حالت کیوں ہوتی اور یہاں تک نوبت کیوں پہنچتی۔

(ملفوظات جلد اوّل،ص 407)

سعادتوں کی کُنجی

نماز پڑھو۔ نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کُنجی ہے اور جب تو نماز کے لیے کھڑا ہوتو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے۔ بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہر وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو اور اپنے اعضاء کو غیراللہ کے خیال سے دھو ڈالو۔ تب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہوجاؤ اور نماز میں بہت دُعا اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کرلو تا تم پر رحم کیا جائے۔

(ازالہ اوہام ،روحانی خزائن جلد 3،ص 549)

سچّی محبت

اگر سچّی محبت ہوتو خدا تعالیٰ بہت دُعائیں سُنتا ہے۔ اور تائیدیں کرتا ہے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ محبت اور اخلاص خدا تعالیٰ سے ہو۔ محبت ایک ایسی شئے ہے کہ انسان کی سفلی زندگی کو جلا کر ایک نیا اور مصفّیٰ انسان بنا دیتی ہے پھر وہ دیکھتا ہے جو پہلے نہیں دیکھتا تھا۔ وہ وہ سُنتا ہے جو پہلے نہیں سُنتا تھا۔

(تفسیر سورۃ البقرۃ،ص 48)

نماز کی روزہ پر فضیلت

فرمایا:۔

روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔ روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور رُوح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔ اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہیں مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جوگیوں میں بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ لیکن روحانی گدازش جو دُعاؤں سے پیدا ہوتی ہے اس میں کوئی شامل نہیں۔

(ملفوظات جلد چہارم،ص 292 تا 293)

باب XXI

دُعا کے آداب

قرآن شریف کو پڑھو اور خدا سے کبھی نا اُمید نہ ہو۔ مومن خدا سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ یہ کافروں کی عادت میں داخل ہے کہ وہ خداتعالیٰ سے مایوس ہوجاتے ہیں۔ ہمارا خدا عَلٰی کُلِّ شَیْیءٍ قَدِیْر" خدا ہے۔قرآن شریف کا ترجمہ بھی پڑھو اور نمازوں کو سنوار سنوار کر پڑھو اور اس کا مطلب بھی سمجھو۔ اپنی زبان میں بھی دُعائیں کرلو۔ قرآن شریف کو ایک معمولی کتاب سمجھ کر نہ پڑھو، بلکہ اُس کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھ کر پڑھو، نماز کو اسی طرح پڑھو جس طرح رسول اللہ ﷺ پڑھتے تھے البتہ اپنی حاجتوں اور مطالب کو مسنون اذکار کے بعد اپنی زبان میں بیشک ادا کرو اور خدا تعالیٰ سے مانگو اس میں کوئی حرج نہیں اس سے نماز ہرگز ضائع نہیں ہوتی۔ آجکل لوگوں نے نماز کو خراب کر رکھا ہے۔ نمازیں کیا پڑھتے ہیں ٹکریں مارتے ہیں۔ نماز تو بہت جلد جلد مُرغ کی طرح ٹھونگیں مار کر پڑھ لیتے ہیں اور

پیچھے دُعا کیلئے بیٹھے رہتے ہیں۔ نماز کا اصل مغز اور رُوح تو دُعا ہی ہے۔ نماز سے نکل کر دُعا کرنے سے وہ اصل مطلب کہاں حاصل ہوسکتا ہے۔ ایک شخص بادشاہ کے دربار میں جاوے اور اس کو اپنا عرضِ حال کرنے کا موقع بھی ہو، لیکن وہ اس وقت تو کچھ نہ کہے لیکن جب دربار سے باہر جاوے تو اپنی درخواست پیش کرے۔ اسے کیا فائدہ۔ ایسا ہی حال ان لوگوں کا ہے جو نماز میں خشوع و خضوع کے ساتھ دُعائیں نہیں مانگتے۔ تم کو جو دُعائیں کرنی ہوں، نماز میں کرلیا کرو اور پورے آداب الدُعا کو ملحوظ رکھو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے شروع ہی میں دُعا سکھائی ہے اور اس کے ساتھ ہی دُعا کے آداب بھی بتادیے ہیں سورۃ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا لازمی ہے اور یہ دُعا ہی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصل دُعا نماز ہی میں ہوتی ہے، چنانچہ اس دُعا کو اللہ تعالیٰ نے یوں سکھایا ہے۔

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمَ.......... الیٰ آخرہٖ

یعنی دُعا سے پہلے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جاوے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کیلئے روح میں ایک جوش اور محبت پیدا ہو۔ اس لیے فرمایا اَلۡحَمۡدُلِلّٰہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے

ہیں رَبِّ الْعٰلَمِیْن سب کو پیدا کرنے والا اور پالنے والا الرَّحْمٰن جو بلاعمل اور بن مانگے دینے والا ہے۔ الرَّحِیْم پھر عمل پر بھی بدلہ دیتا ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دیتا ہے۔ مٰلِكِ یَومِ الدِّیْن ہر بدلہ اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ نیکی بدی سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ پورا اور کامل مؤحد تب ہی ہوتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کو مٰلِكِ یَومِ الدِّیْن تسلیم کرتا ہے دیکھو حکام کے سامنے جا کر اُن کو سب کچھ تسلیم کر لینا یہ گناہ ہے اور اس سے شرک لازم آتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو حاکم بنایا ہے۔ اُن کی اطاعت ضروری ہے مگر اُن کو خدا ہرگز نہ بناؤ۔ انسان کا حق انسان کو اور خدا تعالیٰ کا حق خدا تعالیٰ کو دو۔ پھر یہ کہو اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْن ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ اِھْدِ نَا الصِرَّا طَ الْمُسْتَقِیْم ہم کو سیدھی راہ دکھا۔ یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیے اور وہ نبیوں۔ صدیقوں ۔ شہیدوں اور صالحین کا گروہ ہے۔ اس دُعا میں ان تمام گروہوں کے فضل اور اِنعام کو مانگا گیا ہے۔ ان لوگوں کی راہ سے بچا، جن پر تیرا غضب ہوا اور جو گمراہ ہوئے۔ غرض یہ مختصر طور پر سورة فاتحہ کا ترجمہ ہے۔ اِسی طرح پر سمجھ سمجھ کہ ساری نماز کا ترجمہ پڑھ لو۔ اور پھر

اسی مطلب کو سمجھ کر نماز پڑھو۔ طرح طرح کے حرف رَٹ لینے سے کچھ فائدہ نہیں یہ یقیناً سمجھو کہ آدمی میں سچّی توحید آ ہی نہیں سکتی ، جب تک وہ نماز کو طوطے کی طرح پڑھتا ہے۔ رُوح پر وہ اثر نہیں پڑتا اور ٹھوکر نہیں لگتی جو اس کو کمال کے درجہ تک پہنچاتی ہے۔ عقیدہ بھی یہی رکھو کہ خدا تعالیٰ کا کوئی ثانی اور نِدّ نہیں ہے اور اپنے عمل سے بھی یہی ثابت کر کے دکھاؤ۔

(ملفوظات جلد دوم، ص 191-192)

نماز اور دُعا کا حق

یہ مت خیال کرو کہ جو نماز کا حق تھا ہم نے ادا کرلیا یا دُعا کا جو حق تھا وہ ہم نے پورا کیا۔ ہرگز نہیں۔ دُعا اور نماز کے حق کا ادا کرنا چھوٹی بات نہیں یہ تو ایک موت اپنے اوپر وارد کرنی ہے۔ نماز اس بات کا نام ہے کہ جب انسان اسے ادا کرتا ہو۔ تو یہ محسوس کرے کہ اس جہان سے دوسرے جہان میں پہنچ گیا ہوں۔ بہت سے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر الزام لگاتے ہیں اور اپنے آپ کو بری خیال کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے تو نماز بھی پڑھی اور دُعا بھی کی ہے مگر قبول نہیں ہوتی۔ یہ ان لوگوں کا اپنا قصور ہوتا ہے۔ نماز اور دُعائیں جب تک

انسان غفلت اور کسل سے خالی نہ ہو تو وہ قبولیت کے قابل نہیں ہوا کرتی۔ اگر انسان ایک ایسا کھانا کھائے جو کہ بظاہر تو میٹھا ہے مگر اس کے اندر زہر ملی ہوئی ہے۔ تو مٹھاس سے وہ زہر معلوم تو نہ ہوگا مگر پیشتر اس کے کہ مٹھاس اپنا اثر کرے زہر پہلے ہی اثر کر کے کام تمام کر دے گا یہی وجہ ہے کہ غفلت سے بھری ہوئی دُعائیں قبول نہیں ہوتیں کیونکہ غفلت اپنا اثر پہلے کر جاتی ہے۔ یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا بالکل مطیع ہو اور پھر اس کی دُعا قبول نہ ہو۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اس کے مقررہ شرائط کو کامل طور پر ادا کرے۔ جیسے ایک انسان اگر دُوربین سے دُور کی شئے نزدیک دیکھنا چاہے تو جب تک وہ دوربین کے آلہ کو ٹھیک ترتیب پر نہ رکھے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ یہی حال نماز اور دُعا کا ہے۔ اسی طرح پر ایک کام کی شرط ہے جب وہ کامل طور پر ادا ہو تو اس سے فائدہ ہوا کرتا ہے۔ اگر کسی کو پیاس لگی ہو اور پانی اس کے پاس بہت سا موجود ہے مگر وہ پیئے نہ تو فائدہ نہیں اُٹھا سکتا یا اگر اس میں سے ایک دو قطرہ پیئے تو کیا ہوگا؟ پوری مقدار پینے سے ہی فائدہ ہوگا۔ غرضکہ ہر ایک کام کے واسطے خدا تعالیٰ نے ایک حد مقرر کی ہے جب وہ اس حد پر پہنچتا ہے تو بابرکت ہوتا ہے اور جو

کام اس حد تک نہ پہنچیں تو وہ اچھے نہیں کہلاتے اور نہ ان میں برکت ہوتی ہے۔ (ملفوظات جلد سوم،ص 231،232)

عاجزی

عاجزی اختیار کرنی چاہیے۔ عاجزی کا سیکھنا مشکل نہیں ہے اس کا سیکھنا ہی کیا ہے۔ انسان تو خود ہی عاجز ہے اور وہ عاجزی کے لیے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن (الذّٰریات:57) تکبر وغیرہ سب بناوٹی چیزیں ہیں اگر وہ اس بناوٹ کو اُتار دے تو پھر اُس کی فطرت میں عاجزی ہی نظر آویگی اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ خیریت سے رہو اور تمہارے گھروں میں امن رہے تو مناسب ہے کہ دُعائیں بہت کرو اور اپنے گھروں کو دُعاؤں سے پُر کرو۔ جس گھر میں ہمیشہ دُعا ہوتی ہے خدا تعالیٰ اسے برباد نہیں کیا کرتا۔ لیکن جو سُستی میں زندگی بسر کرتا ہے اُسے آخر فرشتے بیدار کرتے ہیں۔ اگر تم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو گے تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بہت پکّا ہے۔ وہ کبھی تم سے ایسا سلوک نہ کرے گا جیسا کہ فاسق فاجر سے کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ تم کو عذاب دیوے بشرطیکہ تم ایمان لاؤ اور شکر

کرو۔ انسان کو عذاب ہمیشہ گناہ کے باعث ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَنْفُسِھِمْ (الرعد: 12)

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی نہ کرے۔ جب تک انسان اپنے آپ کو صاف نہ کرے تب تک خدا تعالیٰ عذاب کو دور نہیں کرتا۔

یہ دنیا خود بخود نہیں ہے۔ اس کے لیے ایک خالق ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کی مرضی سے ہو رہا ہے بغیر اس کی رضا کے ایک ذرّہ حرکت نہیں کرسکتا۔ جو اللہ تعالیٰ سے ترساں رہے گا وہ خود محسوس کرے گا کہ اس میں ایک فرقان پیدا ہو گیا ہے مگر شرط یہ ہے کہ شیطانی سیرت کا انسان نہ ہو۔ تکالیف تو نبیوں پر بھی آتی ہیں مگر وہ عام لوگوں کی طرح نہیں بلکہ اُن کے لیے وہ باعث برکت ہوتی ہیں۔

دغاباز آدمی کی نماز قبول نہیں ہوتی وہ اس کے منہ پر ماری جاتی ہے کیونکہ وہ دراصل نماز نہیں پڑھتا بلکہ خدا تعالیٰ کو رشوت دینا چاہتا ہے مگر خدا تعالیٰ کو اس سے نفرت ہوتی ہے کیونکہ وہ رشوت کو خود پسند نہیں کرتا۔ (ملفوظات جلد سوم، ص 232)

دُعا کے لوازمات

اور دُعا کامل کے لوازمات یہ ہیں کہ اس میں رقّت ہو۔ اضطراب اور گدازش ہو۔ جو دُعا عاجزی، اضطراب اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ یہ بھی خداتعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی اور پھر اس کا علاج یہی ہے کہ دُعا کرتا رہے، خواہ کیسی ہی بے دلی اور بے ذوقی ہو لیکن یہ سیر نہ ہو تکلف اور تصنع سے کرتا ہی رہے۔ اصلی اور حقیقی دُعا کے واسطے بھی دُعا ہی کی ضرورت ہے۔

بہت سے لوگ دُعا کرتے ہیں اور ان کا دل سیر ہوجاتا ہے وہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ کچھ نہیں بنتا۔ مگر ہماری نصیحت یہ ہے کہ اس خاک پیزی ہی میں برکت ہے۔ کیونکہ آخر گوہرِ مقصود اسی سے نکل آتا ہے اور ایک دن آجاتا ہے کہ جب اس کا دل زبان کے ساتھ متفق ہوجاتا ہے[1] اور پھر خود ہی وہ عاجزی اور

[1] البدر سے ”اور اگر دُعا کو دل نہ چاہے اور پورا خشوع و خضوع دُعا میں حاصل نہ ہوتو اس کے حصول کے واسطے بھی دُعا کرے اور اس بات سے ابتلا میں نہ پڑے کہ میری دُعا تو صرف زبان پر ہی ہوتی ہے ۔ دل سے نہیں نکلتی۔ دُعا کے جو لفظ ہوتے ہیں ان کو زبان سے ہی کہتا رہے۔ آخر استقلال اور صبر سے ایک دن دیکھ لے گا کہ زبان کے ساتھ اسکا دِل بھی شامل ہوگیا ہے اور عاجزی وغیرہ لوازمات دُعا میں پیدا ہوجائیں گے“

رقّت جو دُعا کے لوازمات ہیں پیدا ہوجاتے ہیں۔ جو رات کو اُٹھتا ہے خواہ کتنی ہی عدم حضوری اور بے صبری ہو لیکن اگر وہ اس حالت میں بھی دُعا کرتا ہے کہ الٰہی دل تیرے ہی قبضہ و تصرف میں ہے تُو اس کو صاف کردے اور عین قبض کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے بسط چاہے تو اس قبض سے بسط نکل آئے گی اور رقت پیدا ہوجائے گی۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جو قبولیت کی گھڑی کہلاتا ہے۔ وہ دیکھے گا کہ اس وقت رُوح آستانہ الوہیت پر پانی کیطرح بہتی ہے اور گویا ایک قطرہ ہے جو اوپر سے نیچے کیطرف گرتا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم،ص،398,397)

گریہ وزاری

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا دودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے اس لیے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال کہ اللہ تعالیٰ کے حضور رونے دھونے سے کچھ نہیں ملتا بالکل غلط اور باطل ہے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے صفات قدرت وتصرّف پر ایمان نہیں رکھتے اگر ان میں حقیقی ایمان ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے جب کبھی

کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حضور آیا ہے اور اُس نے سچّی توبہ کے ساتھ رجوع کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس پر اپنا فضل کیا ہے۔ یہ کسی نے بالکل سچ کہا ہے۔

عاشق کہ شُد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

خدا تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم اُس کے حضور پاک دل لے کر آجاؤ۔ صرف شرط اتنی ہے کہ اس کے مناسب حال اپنے آپ کو بناؤ۔ اور وہ سچّی تبدیلی جو خدا تعالیٰ کے حضور جانے کے قابل بنادیتی ہے اپنے اندر کرکے دکھاؤ۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میں عجیب در عجیب قدرتیں ہیں اور اسمیں لاانتہا فضل و برکات ہیں مگران کے دیکھنے اور پانے کے لیے محبت کی آنکھ پیدا کرو اگر سچّی محبت ہو تو خدا تعالیٰ بہت دُعائیں سُنتا ہے اور تائیدیں کرتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ محبت اور اخلاص خدا تعالیٰ سے ہو۔

(ملفوظات جلد اوّل، ص234)

باب XXII

نماز عربی زبان میں پڑھنی چاہیے

نماز اپنی زبان میں نہیں پڑھنی چاہیے۔ خداتعالیٰ نے جس زبان میں قرآن شریف رکھا ہے۔ اس کو چھوڑ نا نہیں چاہیے۔ ہاں اپنی حاجتوں کو اپنی زبان میں خدا تعالیٰ کے سامنے بعد مسنُون طریق اور اذکار کے بیان کرسکتے ہیں۔ مگر اصل زبان کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے۔ عیسائیوں نے اصل زبان کو چھوڑ کر کیا پھل پایا، کچھ باقی نہ رہا۔

(ملفوظات جلد دوم:،ص216)

عربی کے بجائے اپنی زبان میں نماز پڑھنا درست نہیں

سائل: ایک شخص نے رسالہ لکھا تھا کہ ساری نماز اپنی ہی زبان میں پڑھنی چاہیے۔

حضرت اقدسؑ :وہ اور طریق ہوگا جس سے ہم متفق نہیں۔ قرآن شریف بابرکت کتاب ہے اور رَب جلیل کا کلام ہے۔ اس کو چھوڑ نا نہیں چاہیے۔ ہم نے تو اُن لوگوں کے لیے

دُعاؤں کے واسطے کہا ہے۔ جو اُمّی ہیں۔ اور پورے طور پر اپنے مقاصد عرض نہیں کر سکتے ان کو چاہیے کہ اپنی زبان میں دُعا کرلیں۔

(ملفوظات جلد دوم،ص 348)

باب XXIII

اپنی زبان میں دُعا

ایک سوال کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

.... ہم نے اپنی جماعت کو کہا ہوا ہے کہ طوطے کی طرح مت پڑھو سوائے قرآن شریف کے جو ربّ جلیل کا کلام ہے اور سوائے ادعیہ ماثورہ کے جو نبی کریم ﷺ کا معمول تھیں۔ نماز بابرکت نہ ہوگی جب تک اپنی زبان میں اپنے مطالب بیان نہ کرو۔ اس لیے ہر شخص کو جو عربی زبان نہیں جانتا ضروری ہے کہ اپنی زبان میں اپنی دُعاؤں کو پیش کرے اور رکوع میں سجود میں مسنون تسبیحوں کے بعد اپنی حاجات کو عرض کرے۔ ایسا ہی التحیات میں اور قیام اور جلسہ میں۔ اس لیے میری جماعت کے لوگ اس تعلیم کے موافق نماز کے اندر اپنی زبان میں دُعائیں کرلیتے ہیں اور ہم بھی کرلیتے ہیں، اگرچہ ہمیں تو عربی اور پنجابی یکساں ہی ہیں۔ مگر مادری زبان کے ساتھ انسان کو ایک ذوق ہوتا ہے۔ اس لیے اپنی زبان میں نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ اپنے مطالب اور مقاصد کو

بارگاہِ رَبُّ العزّۃ میں عرض کرنا چاہیے۔ میں نے بار ہا سمجھایا ہے کہ نماز کا تعہد کرو۔ جس سے حضور اور ذوق پیدا ہو۔ فریضہ تو جماعت کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں۔ باقی نوافل اور سُنَن کو جیسا چاہو طول دو اور چاہیے کہ اس میں گریہ و بکا ہو، تا کہ وہ حالت پیدا ہوجاوے جو نماز کا اصل مطلب ہے۔ نماز ایسی شئے ہے کہ سیئات کو دُور کر دیتی ہے۔ جیسے فرمایا: اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ (ھود:115) نماز کُل بدیوں کو دور کر دیتی ہے۔ حَسنات سے مُراد نماز ہے، مگر آجکل یہ حالت ہو رہی ہے کہ عام طور پر نمازی کو مکار سمجھا جاتا ہے، کیونکہ عام لوگ بھی جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں۔ یہ اسی قسم کی ہے جس پر خدا نے واویلا کیا ہے، کیونکہ اس کا کوئی نیک اثر اور نیک نتیجہ مترتب نہیں ہوتا۔ نرے الفاظ کی بحث میں پسند نہیں کرتا۔ آخر مر کر خدا تعالیٰ کے حضور جانا ہے۔ دیکھو ایک مریض جو طبیب کے پاس جاتا ہے اور اس کا نسخہ استعمال کرتا ہے۔ اگر دس بیس دن تک اس سے کوئی فائدہ نہ ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ تشخیص یا علاج میں کوئی غلطی ہے پھر یہ کیا اندھیر ہے کہ سالہا سال سے نمازیں پڑھتے ہیں اور اس کا کوئی اثر محسوس اور مشہود نہیں ہوتا۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ اگر دس دن بھی نماز کو سنوار کر پڑھیں تو

تنویرِ قلب ہوجاتی ہے۔ مگر یہاں تو پچاس پچاس برس تک نماز پڑھنے والے دیکھے گئے ہیں کہ بدستور روبہ دنیا اور سفلی زندگی میں نگونسار ہیں اور انھیں نہیں معلوم کہ وہ نمازوں میں کیا پڑھتے ہیں اور استغفار کیا چیز ہے اس کے معنوں پر بھی انہیں اِطلاع نہیں ہے۔ طبیعتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو عادت پسند ہوتی ہیں جیسے اگر ہندو کا کسی مسلمان کے ساتھ کپڑا بھی چُھو جائے تو وہ اپنا کھانا پھینک دیتا ہے، حالانکہ اس کھانے میں مسلمان کا کوئی اثر سرایت نہیں کر گیا۔ زیادہ تر اس زمانہ میں لوگوں کا یہی حال ہو رہا ہے کہ عادت اور رسم کے پابند ہیں اور حقیقت سے واقف اور آشنا نہیں ہیں۔ جو شخص دِل میں یہ خیال کرے کہ یہ بدعت ہے کہ نماز کے پیچھے دُعا نہیں مانگتے بلکہ نمازوں میں دُعائیں کرتے ہیں۔ یہ بدعت نہیں۔ پیغمبر خدا ﷺ کے زمانہ میں آنحضرت ﷺ نے ادعیہ عربی میں سکھائی تھیں جو ان لوگوں کی اپنی مادری زبان تھی۔ اِسی لیے ان کی ترقیات جلد ہوئیں۔ لیکن جب دوسرے ممالک میں اِسلام پھیلا تو وہ ترقی نہ رہی۔ اس کی یہی وجہ تھی کہ اعمال رسم و عادت کے طور پر رہ گئے۔ ان کے نیچے جو حقیقت اور مغز تھا وہ نکل گیا۔ اب دیکھ لو مثلاً ایک افغان نماز تو پڑھتا ہے، لیکن وہ اثر نماز

سے بالکل بے خبر ہے۔ یادرکھو رسم اور چیز ہے اور صلوٰۃ اور چیز۔ صلوٰۃ ایسی چیز ہے کہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب کا کوئی قریب ذریعہ نہیں۔ یہ قرب کی کُنجی ہے۔ اسی سے کشوف ہوتے ہیں اسی سے الہامات اور مکالمات ہوتے ہیں۔ یہ دُعاؤں کے قبول ہونے کا ایک ذریعہ ہے لیکن اگر کوئی اس کو اچھی طرح سمجھ کر ادا نہیں کرتا تو وہ رسم اور عادت کا پابند ہے اور اس سے پیار کرتا ہے جیسے ہندو گنگا سے پیار کرتے ہیں ہم دُعاؤں سے انکار نہیں کرتے بلکہ ہمارا تو سب سے بڑھ کر دُعاؤں کی قبولیت پر ایمان ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المومن : 61) فرمایا ہے ہاں یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ نے نماز کے بعد دُعا کرنا فرض نہیں ٹھہرایا اور رسول اللہ ﷺ سے بھی التزامی طور پر مسنون نہیں ہے۔ آپ ﷺ سے التزام ثابت نہیں ہے اگر التزام ہوتا اور پھر کوئی ترک کرتا تو یہ معصیت ہوتی۔ تقاضائے وقت پر آپ ﷺ نے خارجِ نماز میں بھی دُعا کرلی اور ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ آپ ﷺ کا سارا ہی وقت دُعاؤں میں گزرتا تھا لیکن نماز خاص خزینہ دُعاؤں کا ہے جو مومن کو دیا گیا ہے اس لیے اس کا فرض ہے کہ جب تک اس کو درست نہ کرے اور اس کی طرف توجہ نہ کرے۔

کیونکہ جب نفل سے فرض جاتا رہے تو فرض کو مقدم کرنا چاہیئے ۔ اگر کوئی شخص ذوق اور حضورِ قلب کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو پھر خارج نماز بیشک دُعائیں کرے ہم منع نہیں کرتے ۔ ہم تقدیم نماز کی چاہتے ہیں ۔ اور یہی ہماری غرض ہے ۔ مگر لوگ آجکل نماز کی قدر نہیں کرتے اور یہی وجہ ہے خدا تعالیٰ سے بہت بُعد ہو گیا ۔ مومن کے لیے نماز معراج ہے اور وہ اس سے ہی اطمینانِ قلب پاتا ہے، کیونکہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اپنی عبودیت کا اقرار، استغفار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ۔ غرض وہ سب امور جو روحانی ترقی کے لیے ضروری ہیں ۔ موجود ہیں ہمارے دِل میں اس کے متعلق بہت سی باتیں ہیں ۔ جن کو الفاظ پورے طور پر ادا نہیں کر سکتے ۔ بعض سمجھتے ہیں اور بعض رہ جاتے ہیں ۔ مگر ہمارا کام یہ ہے کہ ہم تھکتے نہیں ۔ کہتے جاتے ہیں جو سعید ہوتے ہیں اور جن کو فراست دی گئی ہے وہ سمجھ لیتے ہیں ۔

(ملفوظات جلد دوم، ص 348,347)

☆ یہ ضروری بات نہیں ہے کہ دُعائیں عربی زبان میں کی جاویں، چونکہ اصل غرض نماز کی تضرّع اور ابتہال ہے، اس لیے چاہیے کہ اپنی مادری زبان میں ہی کرے ۔ انسان کو اپنی مادری

زبان سے ایک خاص اُنس ہوتا ہے اور پھر وہ اس پر قادر ہوتا ہے۔ دوسری زبان سے خواہ اس میں کِس قدر بھی دخل اور مہارتِ کامل ہو۔ ایک قسم کی اجنبیت باقی رہتی ہے۔ اس لیے چاہیے کہ اپنی مادری زبان ہی میں دُعائیں مانگے۔

(ملفوظات جلد اوّل،ص 402)

☆ سوال ہوا کہ آیا نماز میں اپنی زبان میں دُعا مانگنا جائز ہے؟ حضور اقدسؑ نے فرمایا:

''سب زبانیں خدا نے بنائی ہیں۔ چاہیے کہ اپنی زبان میں جس کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ نماز کے اندر دُعائیں مانگے، کیونکہ اُس کا اثر دِل پر پڑتا ہے تا کہ عاجزی اور خشوع پیدا ہو۔ کلامِ الٰہی کو ضرور عربی میں پڑھو اور اس کے معنیٰ یاد رکھو اور دُعا بیشک اپنی زبان میں مانگو۔ جو لوگ نماز کو جلدی جلدی پڑھتے ہیں اور پیچھے لمبی دُعائیں کرتے ہیں وہ حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ دُعا کا وقت نماز ہے۔ نماز میں بہت دُعائیں مانگو''۔

(ملفوظات جلد اوّل ،ص 509)

اپنی زبان میں دُعا کرنے کی حکمت

یہ بھی یاد رکھو دُعا اپنی زبان میں بھی کر سکتے ہو بلکہ چاہیے کہ مسنون ادعیہ کے بعد اپنی زبان میں آدمی دُعا کرے کیونکہ اس زبان میں وہ پورے طور پر اپنے خیالات اور حالات کا اظہار کرسکتا ہے، اس زبان میں وہ قادر ہوتا ہے۔

دُعا نماز کا مغز اور روح ہے اور رسمی نماز جب تک اس میں روح نہ ہو کچھ نہیں روح کے پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ گریہ و بکا اور خشوع و خضوع ہو اور یہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی حالت کو بخوبی بیان کرے اور ایک اضطراب اور قلق اسکے دِل میں ہو اور یہ بات اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک اپنی زبان میں انسان اپنے مطالب کو پیش نہ کرے۔ غرض دُعا کے ساتھ صدق اور وفا کو طلب کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت میں وفاداری کے ساتھ فنا ہو کر کامل نیستی کی صورت اختیار کرے۔ اس نیستی سے ایک ہستی پیدا ہوتی ہے جس میں وہ اِس بات کا حقدار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے کہے کہ اَنْتَ مِنِّیْ

(ملفوظات جلد سوم، ص 4)

دعاؤں کی اہمیت

......نماز میں دُعائیں اور درود ہیں۔ یہ عربی زبان میں ہیں، مگر تم پر حرام نہیں کہ نمازوں میں اپنی زبان میں بھی دُعائیں مانگا کرو، ورنہ ترقی نہ ہوگی۔ خدا کا حکم ہے کہ نماز وہ ہے جس میں تضرع اور حضورِ قلب ہو۔ ایسے ہی لوگوں کے گناہ دور ہوتے ہیں، چنانچہ فرمایا اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْ هِبْنَ السَّیِّاٰت (ھود:115) یعنی نیکیاں بدیوں کو دور کرتی ہیں۔ یہاں حسنات کے معنٰی نماز کے ہیں اور حضوراور تضرع اپنی زبان میں مانگنے سے حاصل ہوتا ہے پس کبھی کبھی ضرور اپنی زبان میں دُعا کیا کرو اور بہترین دُعا فاتحہ ہے کیونکہ وہ جامع دُعا ہے۔ جب زمیندار کو زمینداری کا ڈھب آجاوے تو وہ زمینداری کے صراطِ مستقیم پر پہنچ جاوے گا اور کامیاب ہو جاوے گا۔ اسی طرح تم خدا کے ملنے کی صراطِ مستقیم تلاش کرو اور دُعا کرو کہ یا الٰہی میں تیرا گنہگار بندہ ہوں اور اُفتادہ ہوں میری راہنمائی کر۔ ادنیٰ اور اعلیٰ سب حاجتیں بغیر شرم کے خدا سے مانگو کہ اصل معطی وہی ہے۔ بہت نیک وہی ہے جو بہت دُعا کرتا ہے، کیونکہ اگر کسی بخیل کے دروازے پر سوالی ہر روز جا کر سوال کرے گا تو آخر ایک دن اس کو بھی شرم آجاوے گی۔ پھر خدا تعالیٰ

سے مانگنے والا جو بے مثل کریم ہے کیوں نہ پائے ؟ پس مانگنے والا کبھی نہ کبھی ضرور پالیتا ہے۔ نماز کا دوسرا نام دُعا بھی ہے جیسے فرمایا اُدْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المومن: 61) پھر فرمایا وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْب ؕ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرۃ: 187) جب میرا بندہ میری بابت سوال کرے پس میں بہت ہی قریب ہوں میں پکارنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں جب وہ پُکارتا ہے۔

بعض لوگ اس کی ذات پر شک کرتے ہیں۔ پس میری ہستی کا نشان یہ ہے کہ تم مجھے پکارو اور مجھ سے مانگو۔ میں تمہیں پکاروں گا اور جواب دُوں گا اور تمہیں یاد کروں گا۔ اگر یہ کہو کہ ہم پُکارتے ہیں پر وہ جواب نہیں دیتا تو دیکھو کہ تم ایک جگہ کھڑے ہو کر ایک ایسے شخص کو جو تم سے بہت دُور ہے پُکارتے ہو اور تمہارے اپنے کانوں میں کچھ نقص ہے۔ وہ شخص تو تمہاری آواز سُن کر تم کو جواب دے گا مگر جب وہ دُور سے جواب دے گا تو تم بہ باعث بہرہ پن کے سُن نہیں سکو گے۔ پس جُوں جُوں تمہارے درمیانی پردے اور حجاب اور دوری دور ہوتی جاوے گی، تو تم ضرور آواز کو سنو گے۔ جب سے دنیا کی پیدائش ہوئی ہے اس بات کا ثبوت چلا آتا ہے کہ وہ اپنے

خاص بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو رفتہ رفتہ بالکل یہ بات نابود ہوجاتی کہ اس کی ہستی ہے بھی۔ پس خدا کی ہستی کے ثبوت کا سب سے زبردست ذریعہ یہی ہے کہ ہم اس کی آواز کوسُن لیں یا دیدار یا گفتار۔ پس آجکل کا گفتار قائمقام ہے دیدار کا۔ ہاں جب تک خدا کے اور اس سائل کے درمیان کوئی حجاب ہے اس وقت تک ہم سُن نہیں سکتے۔ جب درمیانی پردہ اُٹھ جاوے گا تو اس کی آواز سُنائی دے گی۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ تیرہ سو برس سے خدا کا مکالمہ مخاطبہ بند ہوگیا ہے۔ اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ اندھا سب کوہی اندھا سمجھتا ہے کیونکہ اس کی اپنی آنکھوں میں جو نُور موجود نہیں۔ اگر اسلام میں یہ شرف بذریعہ دُعاؤں اور اِخلاص کے نہ ہوتا تو پھر اسلام کچھ چیز بھی نہ ہوتا اور یہ بھی اور مذاہب کی طرح مُردہ مذہب ہوجاتا۔

(ملفوظات جلد چہارم ص 175 تا 176)

مادری زبان میں نماز اور دُعائیں

پھر سوال ہوا کہ اگر ساری نماز کو اپنی زبان میں پڑھ لیا جاوے تو کیا حرج ہے۔ فرمایا:

خدا تعالیٰ کے کلام کو اسی کی زبان میں پڑھنا چاہیے اس میں بھی ایک برکت ہوتی ہے خواہ فہم ہو یا نہ ہو اور ادعیہ ماثورہ بھی ویسے ہی پڑھے جیسے آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلیں۔ یہ ایک محبت اور تعظیم کی نشانی ہے۔ باقی خواہ ساری رات دُعا اپنی زبان میں کرتا رہے۔ انسان کو اوّل محسوس کرنا چاہیے کہ میں کیسا مصیبت زدہ ہوں۔ اور میرے اندر کیا کیا کمزوریاں ہیں۔ کیسے کیسے امراض کا نشانہ ہوں اور موت کا اعتبار نہیں ہے۔ بعض ایسی بیماریاں ہیں کہ آدھ منٹ میں ہی انسان کی جان نکل جاتی ہے سوائے خدا کے کہیں اس کی پناہ نہیں ہے ایک آنکھ ہی ہے جس کی تین سو امراض ہیں۔ ان خیالوں سے نفسانی زندگی کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ اور پھر ایسی اصلاح یافتہ زندگی کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک دریا سخت طغیانی پر ہے۔ مگر یہ ایک عمدہ مضبوط لوہے کے جہاز میں بیٹھا ہوا ہے اور ہوائے موافق اسے لے جارہی ہے کوئی خطرہ ڈوبنے کا نہیں۔ لیکن جو شخص یہ زندگی نہیں رکھتا اس کا جہاز بودا ہے ضرور ہے کہ طغیانی میں ڈوب جاوے۔ عام لوگوں کی نماز تو برائے نام ہوتی ہے صرف نماز کو اٹیرتے ہیں اور جب نماز پڑھ چکے تو پھر گھنٹوں تک دُعا میں رجوع کرتے ہیں۔

(ملفوظات جلد دوم، ص656)

دُعا میں صرف عربی زبان کے پابند نہ رہو

نماز کیا چیز ہے وہ دُعا ہے جو تسبیح۔ تحمید۔ تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے۔ سو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دُعاوں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو کیونکہ ان کی نماز اور ان کا استغفار سب رسمیں ہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسول ﷺ کا کلام ہے۔ باقی اپنی تمام عام دُعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظ متضرعانہ ادا کرلیا کرو تا ہو کہ تمہارے دلوں پر اُس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو۔ پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔ تمہاری زندگی کے لازمِ حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لیے اُن کا وارد ہونا ضروری ہے۔

(تفسیر سورۃ بنی اسرائیل 238 آیت نمبر 79)

مسنون ادعیہ کے علاوہ باقی دعائیں

اپنی زبان میں پڑھو تا حضورِ قلب حاصل ہو

پانچ وقت اپنی نمازوں میں دُعا کرو۔ اپنی زبان میں بھی دُعا کرنی منع نہیں ہے۔ نماز کا مزا نہیں آتا ہے جب تک حضور نہ ہو اور حضورِ قلب نہیں ہوتا ہے جب تک عاجزی نہ ہو۔ عاجزی جب پیدا ہوتی ہے جو یہ سمجھ آجائے کہ کیا پڑھتا ہے اس لیے اپنی زبان میں اپنے مطالب پیش کرنے کے لیے جوش اور اضطراب پیدا ہوسکتا ہے مگر اس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے کہ نماز کو اپنی زبان میں ہی پڑھو۔ نہیں میرا یہ مطلب ہے کہ مسنون ادعیہ اور اذکار کے بعد اپنی زبان میں بھی دُعا کیا کرو۔ ورنہ نماز کے ان الفاظ میں خدا نے ایک برکت رکھی ہوئی ہے۔ نماز دُعا ہی کا نام ہے۔ اس لیے اسمیں دُعا کرو کہ وہ تم کو دنیا اور آخرت کی آفتوں سے بچاوے اور خاتمہ بالخیر ہو۔ اپنے بیوی بچوں کے لیے بھی دُعا کرو۔ نیک انسان بنو اور ہر قسم کی بدی سے بچتے رہو۔

(ملفوظات جلد سوم ،ص434 تا 435)

نماز کو صرف جنتر منتر کی طرح نہ پڑھو

حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

......نماز کے اندر ہی اپنی زبان میں خدا تعالیٰ کے حضور دُعا کرو۔ سجدہ میں، بیٹھ کر، رکوع میں، کھڑے ہوکر، ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کرو بے شک پنجابی زبان میں دُعائیں کرو۔ جن لوگوں کی زبان عربی نہیں اور عربی سمجھ نہیں سکتے اُن کے واسطے ضروری ہے کہ نماز کے اندر ہی قرآن شریف پڑھنے اور مسنون دُعائیں عربی میں پڑھنے کے بعد اپنی زبان میں بھی خدا تعالیٰ سے دُعائیں مانگے اور عربی دُعاؤں کا اور قرآن شریف کا بھی ترجمہ سیکھ لینا چاہیے۔ نماز کو صرف جنتر منتر کی طرح نہ پڑھو بلکہ اس کے معانی اور حقیقت سے معرفت حاصل کرو۔ خدا تعالیٰ سے دُعا کرو کہ ہم تیرے گنہگار بندے ہیں اور نفس غالب ہے تو ہم کو معاف کر اور دنیا اور آخرت کی آفتوں سے ہم کو بچا۔

آجکل لوگ جلدی جلدی نماز کو ختم کرتے ہیں اور پیچھے لمبی دُعائیں مانگنے بیٹھتے ہیں۔ یہ بدعت ہے۔ جس نماز میں تضّرع نہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں خدا تعالیٰ سے

رقت کے ساتھ دُعا نہیں وہ نماز تو خود ہی ٹوٹی ہوئی نماز ہے۔ نماز وہ ہے جس میں دُعا کا مزہ آجاوے۔ خدا تعالیٰ کے حضور میں ایسی توجہ سے کھڑے ہو جاؤ کہ رقت طاری ہوجائے جیسے کہ کوئی شخص کسی خوفناک مقدمہ میں گرفتار ہوتا ہے اور اُس کے واسطے قید یا پھانسی کا فتویٰ لگنے والا ہوتا ہے۔ اس کی حالت حاکم کے سامنے کیا ہوتی ہے۔ ایسے ہی خوفزدہ دِل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔ جس نماز میں دل کہیں ہے اور خیال کسی طرف ہے اور منہ سے کچھ نکلتا ہے وہ ایک لعنت ہے جو آدمی کے منہ پر واپس ماری جاتی ہے اور قبول نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَیۡل" لِّلۡمُصَلِّیۡنَ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَا هُوۡنَ (الماعون)

لعنت ہے اُن پر جو اپنی نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ نماز وہی اصلی ہے جس میں مزا آجاوے۔ ایسی ہی نماز کے ذریعہ سے گناہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور یہی وہ نماز ہے جس کی تعریف میں کہا گیاہے کہ نماز مومن کا معراج ہے۔نماز مومن کے واسطے ترقی کا ذریعہ ہے۔

اِنَّ الۡحَسَنَاتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ (هود:115) نیکیاں بدیوں کو دور کردیتی ہیں۔ دیکھو بخیل سے بھی انسان مانگتا رہتا ہے تو وہ بھی

کسی نہ کسی وقت کچھ دے دیتا ہے اور رحم کھاتا ہے خدا تعالیٰ تو خود حکم دیتا ہے کہ مجھ سے مانگو اور میں تمہیں دوں گا۔ جب کبھی کسی امر کے واسطے دُعا کی ضرورت ہوتی ہے تو رسول اللہ ﷺ کا یہی طریق تھا کہ آپ وضو کر کے نماز میں کھڑے ہو جاتے اور نماز کے اندر دُعا کرتے۔

دُعا کے معاملے میں حضرت عیسیٰؑ نے خوب مثال بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک قاضی تھا جو کسی کا انصاف نہ کرتا تھا اور رات دِن اپنی عیش میں مصروف رہتا تھا۔ ایک عورت جس کا ایک مقدمہ تھا وہ ہر وقت اس کے دروازے پر آتی اور اس سے انصاف چاہتی۔ وہ برابر ایسا کرتی رہی۔ یہانتک کہ قاضی تنگ آ گیا اور اس نے بالآخر اس مقدمہ کا فیصلہ کیا اور اس کا انصاف اسے دیا۔ دیکھو کیا تمہارا خدا قاضی جیسا بھی نہیں کہ وہ تمہاری دُعا سُنے اور تمہیں تمہاری مراد عطا کرے۔ ثابت قدمی کے ساتھ دُعا میں مصروف رہنا چاہیے۔ قبولیت کا وقت بھی ضرور آ ہی جائیگا استقامت شرط ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم ص 44 تا 45)

نماز کے اندر ہر موقع پر دعا کی جاسکتی ہے

نماز کے اندر اپنی زبان میں دُعا مانگنی چاہیے کیونکہ اپنی زبان میں دُعا مانگنے سے پورا جوش پیدا ہوتا ہے۔ سورۃ فاتحہ خداتعالیٰ کا کلام ہے وہ اِسی طرح عربی زبان میں پڑھنا چاہیے اور قرآن شریف کا حصّہ جو اس کے بعد پڑھا جاتا ہے وہ بھی عربی زبان میں ہی پڑھنا چاہیے اور اس کے بعد مقررہ دعائیں اور تسبیح بھی اسی طرح عربی زبان میں پڑھنی چاہئیں لیکن ان سب کا ترجمہ سیکھ لینا چاہیے۔ اور ان کے علاوہ پھر اپنی زبان میں دعائیں مانگنی چاہئیں تاکہ حضورِ دل پیدا ہو جاوے۔ کیونکہ جس نماز میں حضورِ دل نہیں وہ نماز نہیں۔ آجکل لوگوں کی عادت ہے کہ نماز تو ٹھونگے دار پڑھ لیتے ہیں۔ جلدی جلدی نماز کو ادا کر لیتے ہیں جیسا کہ کوئی بیگار ہوتی ہے۔ پھر پیچھے سے لمبی لمبی دُعائیں مانگنا شروع کرتے ہیں۔ یہ بدعت ہے۔ حدیث شریف میں کسی جگہ اس کا ذکر نہیں آیا کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد پھر دُعا کی جاوے۔ نادان لوگ نماز کو تو ٹیکس جانتے ہیں اور دُعا کو اس سے علیحدہ کرتے ہیں۔ نماز خود دُعا ہے۔ دین و دنیا کی تمام مشکلات کے واسطے

اور ہر ایک مصیبت کے وقت انسان کو نماز کے اندر دُعائیں مانگنی چاہئیں۔

نماز کے اندر ہر موقعہ پر دُعا کی جاسکتی ہے۔ رکوع میں بعد تسبیح، سجدہ میں بعد تسبیح، التحیّات کے بعد، کھڑے ہو کر رکوع کے بعد بہت دُعائیں کرو تا کہ مالا مال ہو جاؤ۔ چاہیے کہ دُعا کے واسطے رُوح پانی کی طرح بہہ جاوے۔ ایسی دُعا دِل کو پاک و صاف کر دیتی ہے۔ یہ دُعا میسر آوے تو پھر خواہ انسان چار پہر تک دُعا میں کھڑا رہے۔ گناہوں کی گرفتاری سے بچنے کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعائیں مانگنی چاہئیں۔

دُعا ایک علاج ہے جس سے گناہ کی زہر دُور ہو جاتی ہے۔ بعض نادان لوگ خیال کرتے ہیں کہ اپنی زبان میں دُعا مانگنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ غلط خیال ہے ایسے لوگوں کی نماز تو خود ہی ٹوٹی ہوئی ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم، ص54 تا 55)

دُعا سے خالی نماز

جو دُعا سے غافل ہے وہ مارا گیا۔ ایک دن اور ایک رات جس کی دُعا سے خالی ہے وہ شیطان سے قریب ہوا۔ ہر

روز دیکھنا چاہیے کہ جو حق دُعاؤں کا تھا وہ ادا کیا ہے کہ نہیں۔ نماز کی ظاہری صورت پر اکتفا کرنا نادانی ہے۔ اکثر لوگ رسمی نماز ادا کرتے ہیں اور بہت جلدی کرتے ہیں جیسے ایک ناواجب ٹیکس لگا ہوا ہے۔ جلدی گلے سے اتر جاوے۔ بعض لوگ نماز تو جلدی پڑھ لیتے ہیں لیکن اس کے بعد دُعا اس قدر لمبی مانگتے ہیں کہ نماز کے وقت سے دُگنا تگنا وقت لے لیتے ہیں حالانکہ نماز تو خود دُعا ہے جس کو یہ نصیب نہیں ہے کہ نماز میں دُعا کرے اس کی نماز ہی نہیں۔

چاہیے کہ اپنی نماز کو دُعا سے مثل کھانے اور سرد پانی کے لذیذ اور مزیدار کرلو ایسا نہ ہو کہ اس پر وَیل ہو۔

(ملفوظات جلد سوم ،ص591-592)

نماز کے بعد دُعا

سوال ہوا کہ نماز کے بعد دُعا کرنا سُنت اسلام میں ہے یا نہیں؟

فرمایا: ہم انکار نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا مانگی ہوگی مگر ساری نماز دُعا ہی ہے اور آج کل دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نماز کو جلدی جلدی ادا کرکے گلے سے اتارتے ہیں۔ پھر

دُعاؤں میں اس کے بعد اسقدر خشوع و خضوع کرتے ہیں کہ جس کی حد نہیں اور اتنی دیر تک دُعا مانگتے رہتے ہیں کہ مسافر دو میل تک نکل جاوے۔ بعض لوگ اس سے تنگ بھی آجاتے ہیں تو یہ بات معیوب ہے۔ خشوع خضوع اصل جزو تو نماز کی ہے وہ اس میں نہیں کیا جاتا اور نہ اس میں دُعا مانگتے ہیں۔ اس طرح سے وہ لوگ نماز کو منسوخ کرتے ہیں۔ انسان نماز کے اندر ہی ماثورہ دُعاؤں کے بعد اپنی زبان میں دُعا مانگ سکتا ہے۔ (ملفوظات جلد سوم ،ص 264)

جماعت کو نصیحت

فرمایا! اصل یہ ہے کہ ہم دُعا مانگنے سے تو منع نہیں کرتے اور ہم خود بھی دُعا مانگتے ہیں اور صلوٰۃ بجائے خود دُعا ہی ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے اپنی جماعت کو نصیحت کی ہے کہ ہندوستان میں یہ عام بدعت پھیلی ہوئی ہے کہ تعدیلِ ارکان پورے طور پر ملحوظ نہیں رکھتے اور ٹھونگے دار نماز پڑھتے ہیں۔ گویا وہ نماز ایک ٹیکس ہے جس کا ادا کرنا ایک بوجھ ہے۔ اس لیے اس طریق سے ادا کیا جاتا ہے، جس میں کراہت پائی جاتی

ہے، حالانکہ نماز ایسی شئے ہے کہ جس سے ایک ذوق، اُنس اور سُرور بڑھتا ہے مگر جس طریق پر نماز ادا کی جاتی ہے اس سے حضورِ قلب نہیں ہوتا اور بے ذوقی اور بے لُطفی پیدا ہوتی ہے۔ میں نے اپنی جماعت کو یہی نصیحت کی ہے کہ وہ بے ذوقی اور بے حضوری پیدا کرنیوالی نماز نہ پڑھیں، بلکہ حضور قلب کی کوشش کریں جس سے اُن کو سُرور اور ذوق حاصل ہو۔ عام طور پر یہ حالت ہورہی ہے کہ نماز کو ایسے طور سے پڑھتے ہیں کہ جس میں حضورِ قلب کی کوشش نہیں کی جاتی بلکہ جلدی جلدی اس کو ختم کیا جاتا ہے اور خارج نماز میں بہت کچھ دُعا کے لیے کرتے ہیں۔ اور دیر تک دُعا مانگتے رہتے ہیں، حالانکہ نماز کا (جو مومن کی معراج ہے) مقصود یہی ہے کہ اس میں دُعا کی جاوے اور اسی لیئے اُمُّ الْاَدْعِیَہ، اِھْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ دُعا مانگی جاتی ہے۔ انسان کبھی خدا تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کرتا جب تک کہ اقام الصّلوٰۃ نہ کرے۔ اَقِیْمُوْاالصَّلوٰۃَ اس لیے فرمایا کہ نماز گری پڑتی ہے مگر جو شخص اقام الصّلوٰۃ کرتے ہیں وہ اس کی رُوحانی صورت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں تو پھر وہ دُعا کی محویت میں ہوجاتے ہیں۔ نماز ایک ایسا شربت ہے کہ جو ایک بار اسے پی لے اُسے فرصت ہی نہیں ہوتی اور وہ

فارغ ہی نہیں ہوسکتا۔ ہمیشہ اس سے سرشار اور مست رہتا ہے اس سے ایسی محویت ہوتی ہے کہ اگر ساری عمر میں ایک بار بھی اسے چکھتا ہے تو پھر اس کا اثر نہیں جاتا۔

(ملفوظات جلد دوم،ص346,345)

مسائلِ فقّہ

سفر کی تعریف

ایک شخص کا تحریری سوال پیش ہوا کہ مجھے دس پندرہ کوس تک اِدھر اُدھر جانا پڑتا ہے ۔ میں کس کو سفر سمجھوں اور نمازوں میں قصر کے متعلق کس بات پر عمل کروں۔ میں کتابوں کے مسائل نہیں پوچھتا ہوں۔ حضرت امام صادقؑ کا حکم دریافت کرتا ہوں۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا:

’’میرا مذہب یہ ہے کہ انسان بہت دِقّتیں اپنے اوپر نہ ڈال لے۔ عُرف میں جس کو سفر کہتے ہیں، خواہ وہ تین کوس ہی ہو اس میں قصر و سفر کے مسائل پر عمل کرے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات ۔بعض دفعہ ہم دو دو تین تین میل اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں، مگر کسی کے دل میں خیال نہیں آتا کہ ہم سفر میں ہیں، لیکن جب انسان اپنی گٹھڑی اُٹھا کر سفر کی نیت سے چل پڑتا ہے تو وہ مسافر ہوتا ہے۔ شریعت کی بناء دِقّت پر نہیں

ہے۔ جس کو تم عُرف میں سفر سمجھو، وُہی سفر ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد اوّل ،ص 446)

سفر میں نمازوں کا قصر

سوال پیش ہوا اگر کوئی تین کوس سفر پر جائے تو کیا نمازوں کو قصر کرے؟

فرمایا! ہاں۔ دیکھو اپنی نیت کو خوب دیکھ لو۔ ایسی تمام باتوں میں تقویٰ کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص ہر روز معمولی کاروبار یا سفر کیلئے جاتا ہے تو وہ سفر نہیں بلکہ سفر وہ ہے جسے انسان خصوصیت سے اختیار کرے اور صرف اس کام کیلئے گھر چھوڑ کر جائے اور عُرف میں وہ سفر کہلاتا ہو۔ دیکھو یوں تو ہم ہر روز سیر کیلئے دو دو میل نکل جاتے ہیں۔ مگر یہ سفر نہیں ایسے موقعہ پر دل کے اطمینان کو دیکھ لینا چاہیے کہ اگر وہ بغیر کسی خلجان کے فتویٰ دے کہ یہ سفر ہے تو قصر کرے۔ اِسۡتَفۡتِ قَلۡبَكَ (اپنے دل سے فتویٰ لو) پر عمل چاہیے۔ ہزار فتویٰ ہو۔ پھر بھی مومن کا نیک نیتی سے قلبی اطمینان عمدہ شے ہے۔

عرض کیا گیا کہ انسانوں کے حالات مختلف ہیں بعض تو دس کوس کو بھی سفر نہیں سمجھتے۔ بعض کے لیے تین چار کوس بھی

سفر ہے۔

فرمایا! شریعت نے ان باتوں کا اعتبار نہیں کیا۔ صحابہ کرامؓ نے تین کوس کو بھی سفر سمجھا ہے۔

عرض کیا گیا! حضور بٹالہ جاتے ہیں تو قصر فرماتے ہیں۔

فرمایا : ہاں کیونکہ وہ سفر ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی طبیب یا حاکم بطور دورہ کئی گاؤں میں پھرتا ہے تو وہ اپنے تمام سفر کو جمع کر کے اسے سفر نہیں کہہ سکتا۔

(ملفوظات جلد پنجم، ص 426)

مرکز میں نمازوں کا قصر

نماز کے قصر کرنے کے متعلق سوال کیا گیا کہ جو شخص یہاں آتے ہیں وہ قصر کریں یا نہ؟ فرمایا:

”جو شخص تین دن کے واسطے یہاں آوے اس کے واسطے قصر جائز ہے۔ میری دانست میں جس سفر میں عزم سفر ہو، پھر خواہ وہ دو تین چار کوس کا ہی سفر کیوں نہ ہو اس میں قصر جائز ہے۔ یہ ہماری سَیر سفر نہیں ہے۔ ہاں اگر امام مقیم ہو تو اس کے پیچھے پوری ہی نماز پڑھنی چاہیے۔ حکام کا دورہ سفر نہیں ہوسکتا۔ وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے باغ کی سیر کرتا ہے۔ خوانخواہ قصر

کرنے کا تو کوئی وجود نہیں۔ اگر دوروں کی وجہ سے انسان قصر کرنے لگے تو پھر یہ دائمی قصر ہوگا جس کا کوئی ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے۔ حکام کہاں مسافر کہلا سکتے ہیں۔ سعدیؒ نے بھی کہا ہے:۔

منعم بکوہ و دشت و بیاباں غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زد و خوابگاہ ساخت

(ملفوظات جلد سوم، ص 227)

ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ جو بسبب ملازمت کے ہمیشہ دورہ میں رہتا ہو اس کو نمازوں میں قصر کرنی جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا: جو شخص دن رات دورہ پر رہتا ہے اور اسی بات کا ملازم ہے وہ حالت دورہ میں مسافر نہیں کہلا سکتا۔ اس کو پوری نماز ہی پڑھنی چاہیے۔

ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ نمازِ فجر کی اذان کے بعد دوگانہ فرض سے پہلے اگر کوئی شخص نوافل ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا: ''نماز فجر کی اذان کے بعد سورج نکلنے تک دو رکعت

سُنت اور دو رکعت فرض کے سِوا اور کوئی نماز نہیں ہے''۔
(ملفوظات جلد پنجم ،ص 136)

مسیح موعودؑ کی خاطر نمازیں جمع کیے جانے کی پیشگوئی

اور جیسا کہ خدا کے فرائض پر عمل کیا جاتا ہے۔ ویسا ہی اُس کی رخصتوں پر عمل کرنا چاہیے۔فرض بھی خدا کی طرف سے ہیں اور رُخصت بھی خدا کی طرف سے۔

دیکھو۔ ہم بھی رُخصتوں پر عمل کرتے ہیں۔ نمازوں کو جمع کرتے ہوئے کوئی دو ماہ سے زیادہ ہوگئے ہیں۔ بسبب بیماری کے اور تفسیر سورۃ فاتحہ کے لکھنے میں بہت مصروفیت کے ایسا ہو رہا ہے اور ان نمازوں کے جمع کرنے میں تُجْمَعُ لَهُ الصَّلٰوةُ کی حدیث بھی پوری ہو رہی ہے کہ مسیح کی خاطر نمازیں جمع کی جائیں گی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعودؑ نماز کے وقت پیش امام نہ ہوگا، بلکہ کوئی اور ہوگا اور وہ پیش امام مسیح کی خاطر نمازیں جمع کرائے گا۔ سواب ایسا ہی ہوتا ہے جس دن ہم زیادہ بیماری کی وجہ سے بالکل نہیں آسکتے اس دن نمازیں جمع نہیں ہوتیں۔ اور اس حدیث کے الفاظ سے یہ معلوم

ہوتا ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے پیار کے طریق سے یہ فرمایا ہے کہ اس کی خاطر ایسا ہوگا۔

چاہیے کہ ہم رسول کریم ﷺ کی پیشگوئیوں کی عزّت و تحریم کریں۔ اور ان سے بے پرواہ نہ ہوویں، ورنہ یہ ایک گناہِ کبیرہ ہوگا کہ ہم آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کو خِفّت کی نگاہ سے دیکھیں۔ خداتعالیٰ نے ایسے ہی اسباب پیدا کردیے کہ اتنے عرصہ سے نمازیں جمع ہورہی ہیں، ورنہ ایک دو دن کیلئے یہ بات ہوتی،تو کوئی نشان نہ ہوتا۔ ہم آنحضرت ﷺ کے لفظ لفظ اور حرف حرف کی تعظیم کرتے ہیں۔

(ملفوظات جلد اوّل ،ص446)

مسیح موعودؑ کے لیے نمازیں جمع کی جائیں گی

چونکہ کچھ مدّت سے حضرت کی طبیعت دن کے دوسرے حصّہ میں اکثر خراب ہوجاتی ہے اس لیے نماز مغرب اور عشاء گھر میں باجماعت پڑھ لیتے ہیں۔ باہر تشریف نہیں لاسکتے۔ ایک دن نماز مغرب کے بعد چند عورتوں کو مخاطب کرکے فرمایا جو سُننے کے قابل ہے

(ایڈیٹر تشحیذ)

فرمایا: ’’کوئی یہ نہ دل میں گمان کرلے کہ یہ روز گھر میں جمع

کر کے نماز پڑھا دیتے ہیں اور باہر نہیں جاتے۔ نبی کریم ﷺ نے پیشگوئی کی کہ آنے والا شخص نماز جمع کیا کرے گا۔ سو چھ مہینے تک تو باہر جمع کرواتا رہا ہوں۔ اب میں نے کہا کہ عورتوں میں بھی اس پیشگوئی کو پورا کر دینا چاہیے۔

چونکہ بغیر ضرورت کے نماز جمع کرنا ناجائز ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے مجھ کو بیمار کر دیا اور اس طرح سے نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کو پورا کر دیا۔

ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قول کو پورا کرے کیونکہ وہ پورا نہ ہو تو آنحضرت ﷺ نعوذ باللہ جھوٹے ٹھہرتے ہیں اس لیے ہر ایک کو وہ بات جو اس کے اختیار میں ہو نبی کریم ﷺ کے کہنے کے موافق پوری کر دینی چاہیے اور خدا تعالیٰ خود بھی سامان مہیّا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ مجھ کو بیمار کر دیا تا کہ آنحضرت ﷺ کے قول کو پورا کر دے۔ جیسا کہ ایک دفعہ بنی کریم ﷺ نے ایک صحابیؓ سے فرمایا کہ تیرا اُس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تیرے ہاتھ میں کسریٰ کے سونے کے کڑے پہنائے جائیں گے۔ آنحضرت ﷺ ی وفات کے بعد جب کسریٰ کا ملک فتح ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس کو سونے کے کڑے جو لُوٹ میں آئے تھے، پہنائے۔ حالانکہ سونے کے کڑے یا کوئی اور چیز سونے کی مردوں کے لیے ایسی ہی حرام

ہے جیسا کہ اور حرام چیزیں۔

لیکن چونکہ نبی کریم ﷺ کے منہ سے یہ بات نکلی تھی اس لیے پوری کی گئی۔ اسی طرح ہر ایک دوسرے انسان کو بھی آنحضرت ﷺ کے قول کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(ملفوظات جلد پنجم ،ص 32)

مسیح موعود کے ساتھ جلالی و جمالی اجتماع وابستہ ہیں

مجھے افسوس اور تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ جمع بین الصّلٰوتین پر روتے ہیں حالانکہ مسیح کی قسمت میں بہت سے اجتماع رکھے ہیں۔ کسوف وخسوف کا اجتماع ہوا۔ یہ بھی میرا ہی نشان تھا۔ اور وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (التکویر: 8) بھی میرے ہی لیے ہیں اور وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعۃ: 4) بھی ایک جمع ہی ہے، کیونکہ اوّل اور آخر کو ملایا گیا ہے اور یہ عظیم الشان جمع ہے جو رسول اللہ ﷺ کے برکات اور فیوض کی زندگی پر دلیل اور گواہ ہے اور پھر یہ بھی جمع ہے کہ خدا تعالیٰ نے تبلیغ کے سارے سامان جمع کردیے ہیں، چنانچہ مطبع کے سامان۔ کاغذ کی کثرت، ڈاک خانوں، تار، ریل اور دخانی جہازوں کے ذریعہ کل دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے۔ اور پھر نت نئی ایجادیں

اس جمع کو اور بھی بڑھا رہی ہیں، کیونکہ اسباب تبلیغ جمع ہو رہے ہیں۔

(ملفوظات جلد دوم ،ص49)

بوقت ضرورت جمع صلوٰتین

ایک صاحب نے ذکر کیا کہ ان کا افسر سخت مزاج تھا۔ روانگی نماز میں اکثر چیں بجیں ہوا کرتا تھا۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا:

''خدا تعالیٰ نے شرارتوں کے وقت جمع صلوٰتین رکھا ہے ظہر و عصر نمازیں ایسی حالت میں جمع کر کے پڑھ لیں۔

(ملفوظات جلد دوم،ص 617)

جمع بین الصلوٰتین

پھر ج کی مد میں جمع بَیْنَ الصَّلوٰتین کی پیشگوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے لیے ایک نشان ٹھہرایا ہے۔ اس پیشگوئی کو پورا کرنا اختیاری اَمر نہیں ہے۔ موت سر پر ہے خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ خود اس کی تکمیل کر رہا ہے۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کو عزّت کی نگاہ سے نہیں

دیکھتا وہ آنحضرت ﷺ کی عزّت بھی نہیں کرتا ہے۔ اس پیشگوئی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے کیونکہ لکھا ہے کہ تُجمَعُ لَہُ الصّلوٰۃ ۔یعنی اس کے لیے نماز جمع کی جائے گی۔ ایسے امُور جمع ہوجائیں گے کہ اس کیلئے نمازیں جمع کرنی پڑیں گی آنحضرت ﷺ کی نسبت میں اپنا اعتقاد رکھتا ہوں اس کو میں کسی کے دل میں نہیں ڈال سکتا

میں ایک سچّے مسلمان کے لیے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان اُمور کے ساتھ جو آپ ﷺ کی نبوت کیلئے بطور شہادت ہوں ۔محبت کی جاوے۔ ان میں سے یہ پیشگوئیاں بھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کشفی کیسی تیز ہے اور آپ ﷺ کی نگاہ کیسی دور تک پہنچنے والی تھی کہ آپ ﷺ نے سارا نقشہ اس زمانے کا کھینچ کر دکھایا۔ ہم اس پیشگوئی کو جو تُجمَعُ لَہ‘ الصَّلوٰۃُ ہے بہت ہی بڑی عزّت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کے پورا ہونے پر ہمیں ایک راحت اور لذّت آتی ہے جو دوسرے کے آگے بیان نہیں کرسکتے، کیونکہ لذّت خواہ جسمانی ہو خواہ رُوحانی۔ ایک ایسی کیفیت اور اثر ہے جو الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ ﷺ کی اس سے کمال درجہ کی عزّت اور صداقت ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ پُورا

ہوا۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ اُمور جو جمع نماز کے موجب ہوئے ہیں خود ہم نے پیدا کر لیے ہیں یا خداتعالیٰ نے یہ تقریب پیدا کردی ہے؟ صحابہؓ نے اس پیشگوئی کو سُنا مگر پوری ہوتے نہیں دیکھا اور اب جو پیشگوئی پوری ہوئی اور انہیں اس کی خبر ملتی ہے تو انہیں کیسی لذّت آتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جیسا اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے ہم ایک لُطف اور لذت اُٹھا رہے ہیں آسمان پر بھی ایک لذّت ہے۔ اس لیے کہ اس سے نبی کریم ﷺ کی بزرگی اور عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔

صوفیوں نے لکھا ہے کہ بعض زمینی اُمور ایسے ہوتے ہیں کہ آسمان پر اُن کی خبر دی جاتی ہے اور آنحضرت ﷺ کی تائید میں جو کچھ ہوتا ہے، اس کی خبر دی جاتی ہے، اور اس کا انتشار ہوتا ہے غرض یہ بڑی عظیم الشان پیشگوئی ہے جس سے ہمارے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق ہوتی ہے اُن کو حقیر سمجھنا کُفر ہے۔ یہ دوہرا نشان ہے۔ ایک طرف ہماری صداقت کیلئے کیونکہ ہمارے لیے یہ نشان رکھا گیا تھا۔ دوسری طرف خود رسول کریم ﷺ کیلئے کہ آپ ﷺ کی فرمائی ہوئی پیشگوئی پوری ہوئی۔ لوگ ناواقفی اور جہالت سے اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ یہ امر بہت ہی قابلِ غور ہے۔ کیا ہم نے خود ایسے امر

پیدا کر لیے ہیں کہ نمازیں جمع کی جائیں؟ پھر جب یہ امر سب خدا کی طرف سے ہیں تو پھر اعتراض کرنا ہی نری حماقت اور خُبث ہے۔ جو لوگ اس پیشگوئی پر اعتراض کرتے ہیں وہ مجھ پر نہیں وہ نبی کریم ﷺ پر بلکہ خدا تعالیٰ پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدھ مرتبہ نماز جمع نہ ہوگی، بلکہ ایک اچھی میعاد تک نماز جمع ہوتی رہے گی، کیونکہ ایک آدھ مرتبہ جمع کرنے کا اتّفاق تو دوسرے مسلمانوں کو بھی ہوجاتا ہے۔ پس یہ خدا کا زبردست نشان ہے جو ہماری اور ہمارے رسول کریم ﷺ کی صداقت پر ایک زبردست گواہ ہے۔ (ملفوظات جلد دوم ،ص273 تا 275)

نمازوں کو جمع کرکے پڑھنا

خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دَوا اور تدبیر پر بھروسہ کرنا حماقت ہے۔ اپنی زندگی میں ایسی تبدیلی پیدا کرلو کہ معلوم ہو گویا نئی زندگی ہے۔ استغفار کی کثرت کرو۔ جن لوگوں کو کثرتِ اشغالِ دنیا کے باعث کم فرصتی ہے، ان کو سب سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ ملازمت پیشہ لوگوں سے اکثر فرائضِ خداوندی فوت ہوجاتے ہیں اس لیے مجبوری کی حالت میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازوں کا جمع کرکے پڑھ لینا جائز

ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر حکام سے نماز پڑھنے کی اجازت طلب کرلی جائے، تو وہ اجازت دے دیا کرتے ہیں۔ نیز اعلیٰ حکام کی طرف سے ماتحت افسروں کو اس بارہ میں خاص ہدایات ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ ترکِ نماز کے لیے ایسے بے جا عذر بجز اپنے نفس کی کمزوری کے اور کوئی نہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں زیادتی نہ کرو۔ اپنے فرائضِ منصبی نہایت دیانتداری سے بجا لاؤ، گورنمنٹ پر ایک سیکنڈ کیلئے بھی بدظنی نہ کرو۔ کیا تمھیں سکھوں کے عہد حکومت کے واقعات معلوم نہیں، جس وقت مسجدوں میں اذان دینی موقوف ہوگئی تھی۔ گائے کو ذرا سی تکلیف دینے پر سخت ایذائیں اور بے حد ظلم ہوتے تھے پس ایسی مصیبت سے تم کو خلاصی دینے کے لیے اللہ تعالیٰ بہت فاصلہ سے اس سلطنت کو لایا جس سے ہم نے بہت فائدہ حاصل کیا اور امن و امان سے اپنے فرائض مذہبی ادا کرنے لگے۔ اس لیے ہمیں کس قدر شکریہ اس گورنمنٹ کا کرنا چاہیے۔ خوب یاد رکھو کہ جو شخص انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر نہیں کرتا۔ (ملفوظات جلد اوّل،ص173 تا 174)

نماز کا اخلاص سے تعلق

فرمایا: ''نماز دُعا اور اخلاص کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ مومن کے ساتھ کینہ جمع نہیں ہوتا۔ متقی کے سوا دوسرے کے پیچھے نماز کو خراب نہیں کرنا چاہیئے''۔ (ملفوظات جلد اوّل، ص 456)

غیروں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی حکمت

اپنی جماعت کا غیر کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے متعلق ذکر تھا۔ آپ نے فرمایا:

''صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ بہتری اور نیکی اسی میں ہے اور اسی میں تمہاری نصرت اور فتح عظیم ہے اور یہی اس جماعت کی ترقی کا موجب ہے۔ دیکھو دنیا میں روٹھے ہوئے اور ایک دوسرے سے ناراض ہونے والے بھی اپنے دشمن کو چار دن مُنہ نہیں لگاتے اور تمہاری ناراضگی اور روٹھنا تو خدا کیلئے ہے۔ تم اگر ان میں رلے ملے رہے تو خدا تعالیٰ جو خاص نظر تم پر رکھتا ہے، وہ نہیں رکھے گا۔ پاک جماعت جب الگ ہو تو پھر اس میں ترقی ہوتی ہے''۔

(ملفوظات جلد اوّل، ص545)

غیروں کے پیچھے نماز

سیّد عبداللہ صاحب عرب نے سوال کیا کہ میں اپنے ملک عرب میں جاتا ہوں وہاں میں ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں۔

فرمایا: ''مصدقین کے سوا کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھو''۔

عرب صاحب نے عرض کیا وہ لوگ حضور کے حالات سے واقف نہیں ہیں اور ان کو تبلیغ نہیں ہوئی۔

فرمایا: ''ان کو پہلے تبلیغ کر دینا پھر یا وہ مصدّق ہوجائیں گے یا مکذب'' عرب صاحب نے عرض کیا کہ ہمارے ملک کے لوگ بہت سخت ہیں اور ہماری قوم شیعہ ہے۔

فرمایا: ''تم خدا کے بنو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس کا معاملہ صاف ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ آپ اس کا متولی اور متکفل ہوجاتا ہے''۔

(ملفوظات جلد اوّل ،ص 541)

☆ کسی نے سوال کیا کہ جو لوگ آپؑ کے مرید نہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے آپؑ نے اپنے مُریدوں کو کیوں منع فرمایا

ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا:

”جن لوگوں نے جلدبازی کے ساتھ بدظنی کر کے اس سلسلہ کو جو خداتعالیٰ نے قائم کیا ہے، رَد کردیا ہے اور اس قدر نشانوں کی پرواہ نہیں کی اور اسلام پر جو مصائب ہیں اس سے لاپرواہ پڑے ہیں۔ ان لوگوں نے تقویٰ سے کام نہیں لیا اور اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے۔

اِنَّمَایَتَقَبَّلُ اللّٰہ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ (المآئدہ: 28)

خدا صرف متقی لوگوں کی نماز قبول کرتا ہے۔ اس واسطے کہا گیا ہے کہ ایسے آدمی کے پیچھے نماز نہ پڑھو جس کی نماز خود قبولیت کے درجہ تک پہنچنے والی نہیں“

(ملفوظات جلد اوّل ،ص 449)

☆ 17مارچ 1908ء کو ایک صاحب علاقہ بلوچستان نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں خط لکھا کہ ”آپؑ کاایک مُرید نور محمد نام میرا دِلی دوست ہے۔ وہ بڑا نمازی ہے نیکوکار ہے سب اس کی عزّت کرتے ہیں۔ ہمہ صفت موصوف خلیق شخص

ہے۔ دیندار ہے۔ اس سے ہم کو آپؑ کے حالات معلوم ہوئے تو ہمارا عقیدہ یہ ہوگیا ہے کہ حضور بڑے ہی خیر خواہ اُمّتِ محمدیہ و مداحِ جناب رسول مقبول و اصحاب کبار ہیں۔ آپ کو جو بُرے نام سے یاد کرے وہ خود بُرا ہے مگر باوجود ہمارے اس عقیدہ و خیال کے نور محمد مذکور ہمارے ساتھ باجماعت نماز نہیں پڑھتا اور نہ جمعہ پڑھتا ہے اور وجہ یہ بتلاتا ہے کہ غیر احمدی کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی آپؑ اس کو تاکید فرماویں کہ وہ ہمارے پیچھے نماز پڑھ لیا کرے تاکہ تفرقہ نہ پڑے کیونکہ ہم آپ کے حق میں بُرا نہیں کہتے‘‘۔ (یہ اس خط کا اقتباس اور خلاصہ ہے)

اس کے جواب میں اسی خط پر حضرت نے عاجز کے نام تحریر فرمایا:

’’جواب میں لکھ دیں کہ چونکہ عام طور پر اس ملک کے مُلاں لوگوں نے اپنے تعصب کیوجہ سے ہمیں کافر ٹھہرایا ہے۔ اور فتوے لکھے ہیں اور باقی لوگ اُن کے پیرو ہیں۔ پس اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی ثابت کرنے کیلئے اشتہار دے دیں کہ ہم ان مکفر مولویوں کے پیرو نہیں ہیں تو پھر ان کے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے ورنہ جو شخص مسلمانوں کو کافر کہے وہ آپ کافر ہوجاتا ہے پھر اس کے پیچھے نماز کیونکر پڑھیں۔ یہ تو شرعِ

شریف کی رُو سے جائز نہیں ہے۔(ملفوظات جلد پنجم ،ص 478)

☆ دو آدمیوں نے بیعت کی۔ ایک نے سوال کیا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا: ''وہ لوگ ہم کو کافر کہتے ہیں۔ اگر ہم کافر نہیں ہیں تو وہ کُفر لَوٹ کر اُن پر پڑتا ہے۔ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ اس واسطے ایسے لوگوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ پھر اُن کے درمیان جو لوگ خاموش ہیں۔ وہ بھی انہیں میں شامل ہیں۔ اُن کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں کیونکہ وہ اپنے دل کے اندر کوئی مذہب مخالفانہ رکھتے ہیں۔ جو ہمارے ساتھ بظاہر شامل نہیں ہوتے'' (ملفوظات جلد چہارم ،ص 583)

☆ بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ ایسے لوگ جو برا نہیں کہتے ،مگر پورے طور پر اظہار بھی نہیں کرتے محض اس وجہ سے کہ لوگ برا کہیں گے،کیا اُنکے پیچھے نماز پڑھ لیں؟ میں کہتا ہوں۔ ہر گز نہیں۔اس لیے کہ ابھی تک اُن کے قبولِ حق کی راہ میں ایک ٹھوکر کا پتھر ہے اور وہ ابھی تک اسی درخت کی شاخ ہیں،جس کا پھل زہریلا اور ہلاک کرنے والا ہے۔اگر وہ

دنیاداروں کو اپنا معبود اور قبلہ نہ سمجھتے تو ان حجابوں کو چیر کر باہر نکل آتے اور کسی کے لعن طعن کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے اور کوئی خوف شماتت کا انہیں دامنگیر نہ ہوتا، بلکہ وہ خدا کی طرف دوڑتے پس تم یاد رکھو کہ تم ہر کام میں دیکھ لو کہ اس میں خدا راضی ہے یا مخلوقِ خدا۔جب تک یہ حالت نہ ہو جاوے کہ خدا کی رضا مقدّم ہو جاوے اور کوئی شیطان رہزن نہ ہوسکے۔اس وقت تک ٹھوکر کا اندیشہ ہے،لیکن جب دنیا کی برائی بھلائی ہی نہ ہو بلکہ خدا کی خوشنودی اور ناراضگی اس پر اثر کرنے والی ہو یہ وہ حالت ہوتی ہے جب انسان ہر قسم کے خوف وحُزن کے مقامات سے نکلا ہوا ہوتا ہے۔اگر کوئی شخص ہماری جماعت میں شامل ہوکر پھر اس سے نکل جاتا ہے تو اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ اس کا شیطان اس لباس میں ہنُوز اس کے ساتھ ہوتا ہے ۔لیکن اگر وہ عزم کرلے کہ آئندہ کسی وسوسہ انداز کی بات کو سنوں گا ہی نہیں تو خدا اُسے بچا لیتا ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل،ص554)

☆ اس کلام الٰہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے۔ اس لیے وہ

اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مُردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟ پس یادرکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے، تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفّر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰء اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑیگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہوجائیں۔ اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھتا اس لیے آسمان پہ اس کی عزت نہیں۔

(روحانی خزائن جلد نمبر 17، ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، حاشیہ صفحہ 64)

غیروں کی مساجد میں نماز

ایک شخص نے بعد نماز مغرب بیعت کی اور عرض کیا کہ الحکم میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ غیراز جماعت کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

فرمایا: ''ٹھیک ہے اگر مسجد غیروں کی ہے تو گھر میں اکیلے پڑھ لو۔ کوئی حرج نہیں اور تھوڑی سی صبر کی بات ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مسجدیں برباد کر کے ہمارے حوالہ کر دیگا۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی کچھ عرصہ صبر کرنا پڑا تھا''۔

(ملفوظات جلد دوم، ص548)

مخالف سے حُسنِ معاشرت

ہاں میں نماز سے منع کرتا ہوں کہ ان کے پیچھے نہ پڑھو۔ اس کے سوائے دنیاوی معاملات میں بیشک شریک ہو۔ احسان کرو۔ مروّت کرو اور ان کو قرض دو اور اُن سے قرض لو اگر ضرورت پڑے تو صبر سے کام لو شائد کہ اس سے سمجھ بھی جاویں۔

(ملفوظات جلد سوم، ص 235)

مصدّق کے پیچھے نماز

خاں عجب خانصاحب تحصیلدار نے حضرت اقدسؑ سے استفسار کیا کہ اگر کسی مقام کے لوگ اجنبی ہوں اور ہمیں علم نہ ہو کہ وہ احمدی جماعت میں ہیں یا نہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھی جاوے کہ نہ؟

فرمایا:

''ناواقف امام سے پوچھ لو۔ اگر وہ مصدّق ہو تو نماز اس کے پیچھے پڑھی جاوے ورنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک الگ جماعت بنانا چاہتا ہے اس لیے اُس کے منشاء کی کیوں مخالفت کی جاوے جن لوگوں سے وہ جُدا کرنا چاہتا ہے بار بار اُن میں گھسنا ہی تو اس کے منشاء کے مخالف ہے''

(ملفوظات جلد سوم، 41 تا 42)

☆الحکم کی اس ڈائری میں خاں عجب خانصاحب کا استفسار اور حضرت اقدسؑ کا جواب یوں درج ہے:۔

''جناب خان عجب خانصاحب آف زیدہ کے استفسار پر کہ بعض اوقات ایسے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے جو اس سلسلہ سے اجنبی اور ناواقف ہوتے ہیں اُن کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں یا

نہیں؟ فرمایا: ’’ اوّل تو کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں لوگ واقف نہ ہوں اور جہاں ایسی صورت ہو کہ لوگ ہم سے اجنبی اور ناواقف ہوں تو ان کے سامنے اپنے سلسلہ کو پیش کر کے دیکھ لیا۔ اگر تصدیق کریں تو ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو ورنہ ہرگز نہیں۔ اکیلے پڑھ لو۔ خدا تعالیٰ اس وقت چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاءِ الٰہی کی مخالفت ہے‘‘

(ملفوظات جلد سوم، حاشیہ صفحہ 42)

نماز باجماعت کی اہمیت

نماز میں جو جماعت کا زیادہ ثواب رکھا ہے اس میں یہی غرض ہے کہ وحدت پیدا ہوتی ہے اور پھر اس وحدت کو عملی رنگ میں لانے کی یہاں تک ہدایت اور تاکید ہے کہ باہم پاؤں بھی مساوی ہوں اور صف سیدھی ہو اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔اس سے مطلب یہ ہے کہ گویا ایک ہی انسان کا حکم رکھیں اور ایک کے انوار دوسرے میں سرایت کرسکیں۔ وہ تمیز جس سے خودی اور خودغرضی پیدا ہوتی ہے نہ رہے۔

(لیکچر لُدھیانہ، روحانی خزائن جلد نمبر 20، ص281 تا 282)

فاتحہ خلف الامام

اس بات کا ذکر آیا کہ جو شخص جماعت کے اندر رکوع میں آکر شامل ہو اس کی رکعت ہوتی ہے یا نہیں۔ حضرت اقدسؑ نے دوسرے مولویوں کی رائے دریافت کی۔ مختلف اسلامی فرقوں کے مذاہب اس امر کے متعلق بیان کیے گئے۔ آخر حضرتؑ نے فیصلہ دیا اور فرمایا:

''ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب آدمی امام کے پیچھے ہو یا منفرد ہو۔ ہر حالت میں اس کو چاہیے کہ سورۃ فاتحہ پڑھے مگر اِمام کو نہ چاہیے کہ جلدی جلدی سورۃ فاتحہ پڑھے بلکہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھے تاکہ مقتدی سُن بھی لے اور اپنا پڑھ بھی لے۔ یا ہر آیت کے بعد اِمام اتنا ٹھہر جائے کہ مقتدی بھی اس آیت کو پڑھ لے۔ بہرحال مقتدی کو یہ موقع دینا چاہیے کہ وہ سُن بھی لے اور اپنا پڑھ بھی لے۔ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے، کیونکہ وہ اُمّ الکتاب ہے، لیکن جو شخص باوجود اپنی کوشش کے جو وہ نماز میں ملنے کیلئے کرتا ہے آخر رکوع میں ہی آکر ملا ہے اور اس سے پہلے نہیں مل سکا تو اس کی رکعت ہوگئی، اگرچہ اس نے سورۃ فاتحہ اس میں نہیں

پڑھی کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے رکوع کو پالیا اس کی رکعت ہوگئی۔ مسائل دوطبقات کے ہوتے ہیں۔ ایک جگہ تو حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا اور تاکید کی۔ نماز میں سورۃ فاتحہ ضرور پڑھیں۔ وہ اُمُّ الکتاب ہے اور اصل نماز وہی ہے، مگر جو شخص باوجود اپنی کوشش کے اور اپنی طرف سے جلدی کرنے کے رکوع میں ہی آ کر ملا ہے، تو چونکہ دین کی بناء آسانی اور نرمی پر ہے۔ اس واسطے حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کی رکعت ہوگئی۔ وہ سورۃ فاتحہ کا منکر نہیں ہے بلکہ دیر میں، پہنچنے کے سبب رُخصت پر عمل کرتا ہے۔ میرا دل خدا نے ایسا بنایا ہے کہ ناجائز کام میں مجھے قبض ہوجاتی ہے اور میرا جی نہیں چاہتا کہ میں اُسے کروں اور یہ صاف ہے کہ جب نماز میں ایک آدمی نے تین حصّوں کو پورا پالیا اور ایک حصّہ میں بہ سبب کسی مجبوری کے دیر میں مل سکا ہے، تو کیا حرج ہے۔ انسان کو چاہیے کہ رُخصت پر عمل کرے۔ ہاں جو شخص عمداً سُستی کرتا ہے اور جماعت میں شامل ہونے میں دیر کرتا ہے۔ تو اس کی نماز ہی فاسد ہے''۔

(ملفوظات جلد اوّل، ص448)

اذان کے وقت کوئی اور نیکی کا کام کرنا

ایک شخص اپنا مضمون، اشتہار دربارہ طاعون سُنا رہا تھا۔ اذان ہونے لگی وہ چپ ہوگیا۔ فرمایا:
''پڑھتے جاؤ۔ اذان کے وقت پڑھنا جائز ہے''

(ملفوظات جلد دوم ،ص203)

پیشہ وَر نماز پڑھانے والے کے پیچھے نماز درست نہیں

میرے نزدیک جو لوگ پیشہ کے طور پر نماز پڑھاتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز دُرست نہیں وہ اپنی جمعرات کی روٹیوں یا تنخواہ کے خیال سے نماز پڑھاتے ہیں اگر نہ ملے تو چھوڑ دیں معاش اگر نیک نیتی کے ساتھ حاصل کی جائے تو عبات ہی ہے۔ جب آدمی کسی کام کے ساتھ موافقت کرے اور پکا ارادہ کرلے تو تکلیف نہیں ہوتی وہ سہل ہوجاتا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم ،ص 628)

تنخواہ دار اِمام الصلوٰۃ

ایک مخلص اور معزز خادم نے عرض کی کہ حضور میرے والد صاحب نے ایک مسجد بنائی تھی وہاں جو امام ہے اس کو کچھ

معاوضہ وہ دیتے تھے اس غرض سے کہ مسجد آباد رہے۔ وہ اس سلسلہ میں داخل نہیں۔ میں نے اس کا معاوضہ بدستور رکھا ہے۔ اب کیا کیا جاوے؟ فرمایا:

''خواہ احمدی ہو یا غیر احمدی جو روپیہ کیلئے نماز پڑھتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ نماز تو خدا کے لیے ہے۔ اگر وہ چلا جائے گا تو خدا تعالیٰ ایسے آدمی بھیج دے گا جو محض خدا تعالیٰ کے لیے نماز پڑھیں اور مسجد کو آباد کریں۔ ایسا امام جو محض لالچ کیوجہ سے نماز پڑھتا ہے میرے نزدیک خواہ وہ کوئی ہو احمدی یا غیر احمدی۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی امام اتقیٰ ہونا چاہیے۔ بعض لوگ رمضان میں ایک حافظ مقرر کرلیتے ہیں۔ اور اس کی تنخواہ بھی ٹھہرا لیتے ہیں۔ یہ دُرست نہیں ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی محض نیک نیتی اور خداترسی سے اس کی خدمت کردے تو یہ جائز ہے''۔

(ملفوظات جلد چہارم، ص 446)

نماز جمعہ کے لیے تین آدمی ہونا ضروری ہیں

ایک صاحب نے بذریعہ خط اِستفسار فرمایا تھا کہ وہ اکیلے ہی اس مقام پر حضرت اقدسؑ سے بیعت ہیں جمعہ تنہا

پڑھ لیا کریں یا نہ پڑھا کریں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ:

''جمعہ کے لیے جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ اگر دو آدمی مقتدی اور تیسرا امام اپنی جماعت کے ہوں تو نماز جمعہ پڑھ لیا کریں۔ وَاِلّا نہ (سوائے احمدی احباب کے دوسرے کے ساتھ جماعت اور جمعہ جائز نہیں)

(ملفوظات جلد دوم، ص 618)

احتیاطی نماز

ایک شخص نے سوال کیا کہ احتیاطی نماز کیلئے کیا حکم ہے؟

فرمایا:

''احتیاطی نماز کیا ہوتی ہے۔ جمعہ کے تو دو ہی فرض ہیں۔ احتیاطی فرض کچھ چیز نہیں''۔

(ملفوظات جلد اوّل، ص 531)

تصویر اور نماز

ایک شخص نے دریافت کیا کہ تصویر کی وجہ سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی جواب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''کفار کے تتبع پر تو تصویر ہی جائز نہیں۔ ہاں نفس تصویر

میں حرمت نہیں بلکہ اس کی حرمت اضافی ہے۔ اگر نفس تصویر مفسد نماز ہو تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا پھر روپیہ پیسہ نماز کے وقت پاس رکھنا مفسد نہیں ہوسکتا اس کا جواب اگر یہ دو کہ روپیہ پیسہ کا رکھنا اضطراری ہے۔ میں کہوں گا کہ کیا اگر اضطرار سے پاخانہ آجاوے تو وہ مفسد نماز نہ ہوگا اور پھر وضو نہ کرنا پڑے گا۔

اصلی بات یہ ہے کہ تصویر کے متعلق یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا اس سے کوئی دینی خدمت مقصود ہے یا نہیں۔ اگر یونہی بے فائدہ تصویر رکھی ہوئی ہے اور اس سے کوئی دینی فائدہ مقصود نہیں تو یہ لغو ہے اور خداتعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المومنون: 4)

لغو سے اعراض کرنا مومن کی شان ہے۔ اس لیے اس سے بچنا چاہیے لیکن ہاں اگر کوئی دینی خدمت اس ذریعہ سے بھی ہوسکتی ہو تو منع نہیں ہے کیونکہ خداتعالیٰ علوم کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

(ملفوظات جلد دوم، ص 171)

التحیّات میں انگشت سبابہ اٹھانے کی حکمت

ایک شخص نے سوال کیا کہ التحیّات کے وقت نماز میں

انگشت سبابہ کیوں اُٹھاتے ہیں؟

فرمایا: ''لوگ زمانہ جاہلیت میں گالیوں کے واسطے یہ اُنگلی اٹھایا کرتے تھے اس لیے اس کو سبابہ کہتے ہیں یعنی گالی دینے والی۔ خداتعالیٰ نے عرب کی اصلاح فرمائی اور وہ عادت ہٹا کر فرمایا کہ خدا کو واحد لاشریک کہتے وقت یہ اُنگلی اٹھایا کرو تا اس سے وہ الزام اُٹھ جاوے۔ ایسے ہی عرب کے لوگ پانچ وقت شراب پیتے تھے اس کے عوض پانچ وقت نماز رکھی''

(ملفوظات جلد سوم ،ص 142)

کیا کسی مقام پر نماز ساقط ہوجاتی ہے

(فتوحاتِ مکیّہ کی ایک عبارت کی تشریح)

فتوحات میں اس مقام کی طرف اشارہ کر کے ایک لطیف بات لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب انسان کامل درجہ پر پہنچتا ہے، تو اُس کیلئے نماز ساقِط ہوجاتی ہے۔ جاہلوں نے اس سے یہ سمجھ لیا کہ نماز ہی معاف ہوجاتی ہے جیسا کہ بعض بے قید فقیر کہتے ہیں۔ اُن کو اس مقام کی خبر نہیں اور اس لطیف نکتہ پر اطلاع نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ابتدائی مدارج سلوک میں نماز اور

دوسرے اعمال صالحہ ایک قسم کا بوجھ معلوم ہوتے ہیں اور طبیعت میں ایک کسل اور تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ لیکن جب انسان خدا تعالیٰ سے قوت پا کر اس مقام شہید پر پہنچتا ہے تو اس کو ایسی طاقت اور استقامت دی جاتی ہے کہ اُسے ان اعمال میں کوئی تکلیف محسوس ہی نہیں ہوتی۔ گویا وہ اُن اعمال پر سوار ہوتا ہے اور صوم، صلوٰۃ، زکوٰۃ، ہمدردی بنی نوع، مروّت، فتوّت، غرض تمام اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ فاضلہ کا صُدور قوت ایمانی سے ہوتا ہے۔ کوئی مصیبت، دکھ اور تکلیف خدا تعالیٰ کی طرف قدم اُٹھانے سے اُسے روک نہیں سکتی۔

(ملفوظات جلد اوّل ،ص 254 تا 255)

کنچنی کی مسجد میں نماز

ایک شخص کے سوال پر فرمایا کہ:

''کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز دُرست نہیں''

حق کی چارہ جوئی

سوال ہوا کہ مخالف ہم کو مسجد میں نماز پڑھنے نہیں دیتے حالانکہ مسجد میں ہمارا حق ہے۔ ہم ان سے بذریعہ عدالت فیصلہ کرلیں؟

فرمایا! ''ہاں اگر کوئی حق ہے تو بذریعہ عدالت چارہ جوئی کرو۔ فساد کرنا منع ہے۔کوئی دنگہ فساد نہ کرو''۔

(ملفوظات جلد سوم ،ص 235)

قضاء عمری

ایک صاحب نے سوال کیا کہ یہ قضاء عمری کیا شے ہے جو کہ لوگ (عید الاضحیٰ) کے پیشتر جمعہ کو ادا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ:

''میرے نزدیک یہ سب فضول باتیں ہیں ان کی نسبت وہی جواب ٹھیک ہے جو کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو دیا تھا جبکہ ایک شخص ایک ایسے وقت نماز ادا کر رہا تھا جس وقت میں نماز جائز نہیں۔ اس کی شکایت حضرت علیؓ کے پاس ہوئی تو آپؓ نے اسے جواب دیا کہ میں اس آیت کا مصداق نہیں بننا چاہتا اَرَأَیتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی (العلق:10-11) یعنی تونے دیکھا اس شخص کو جو ایک نماز پڑھتے بندے کو منع کرتا ہے۔

نماز جو رہ جائے اسکا تدارک نہیں ہوسکتا ہاں روزہ کا ہوسکتا ہے۔ اور جو شخص عمداً سال بھر اس لیے نماز کو ترک کرتا

ہے کہ قضاء عمری والے دن ادا کرلوں گا تو وہ گنہگار ہے۔ اور جو شخص نادم ہوکر توبہ کرتا ہے اور اس نیّت سے پڑھتا ہے کہ آئندہ نماز ترک نہ کروں گا تو اس کے لیے حرج نہیں[1] ہم اس معاملہ میں حضرت علیؓ ہی کا جواب دیتے ہیں۔

رفع یدین

رفع یدین کے متعلق فرمایا کہ:

اس میں چنداں حرج نہیں معلوم ہوتا، خواہ کوئی کرے یا نہ کرے۔ احادیث میں بھی اس کا ذکر دونوں طرح پر ہے اور وہابیوں اور سُنیوں کے طریق عمل سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کیونکہ ایک تو رفع یدین کرتے ہیں اور ایک نہیں کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت رفع یدین کیا اور بعد ازاں ترک کردیا۔

[1] (الحکم سے) ”اگر ندامت کے طور پر تدارک مافات کرتا ہے تو پڑھنے دو۔ کیوں منع کرتے ہو۔ آخر دُعا ہی کرتا ہے۔ ہاں اس میں پست ہمتی ضرور ہے۔ پھر دیکھو منع کرنے سے کہیں تم بھی اس آیت کے نیچے نہ آجاؤ“
(ملفوظات جلد سوم، ص264 وحاشیہ 264)

وتر

فرمایا کہ: اکیلا ایک وتر کہیں سے ثابت نہیں ہوتا۔ وتر ہمیشہ تین ہی پڑھنے چاہئیں۔ خواہ تینوں اکھٹے ہی پڑھ لیں۔ خواہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر لیں پھر ایک رکعت الگ پڑھی جاوے۔

(ملفوظات جلد سوم، ص193)

نماز کے بارے میں چند فقہی مسائل

سفر گورداسپور میں نماز کے متعلق ذیل کے مسائل میری موجودگی میں حل ہوئے (ڈائری نویس)

i. ایک مقام پر دو جماعتیں نہ ہونی چاہئیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت اقدسؑ ابھی وضو فرمارہے تھے اور مولانا محمد احسن صاحب بوجہ علالت طبع نماز کیلئے کھڑے ہوگئے۔ ان کا خیال تھا کہ میں معذور ہوں الگ پڑھ لُوں، مگر چند ایک احباب اُن کے پیچھے مقتدی بن گئے اور جماعت ہوگئی۔ جب حضرت اقدس کو علم ہوا کہ ایک دفعہ جماعت ہو چکی ہے اور اب دوسری ہونے والی ہے تو آپ نے فرمایا کہ:

''ایک مقام پر دو جماعتیں ہرگز نہیں ہونی چاہئیں''

ii. ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور اقدس اپنی کوٹھڑی میں

تھے۔ اور ساتھ ہی کوٹھڑی میں نماز ہونے لگی۔ آدمی تھوڑے تھے ایک ہی کوٹھڑی میں جماعت ہوسکتی تھی۔ بعض احباب نے خیال کیا کہ شاید حضرت اقدسؑ اپنی کوٹھڑی میں ہی نماز ادا کرلیں گے، کیونکہ امام کی آواز وہاں پہنچتی ہے۔ اس پر آپؑ نے فرمایا کہ:

جماعت کے ٹکڑے الگ الگ نہ ہونے چاہئیں بلکہ اکھٹی پڑھنی چاہیے۔ ہم بھی وہاں ہی پڑھیں گے۔ یہ اس صورت میں ہونا چاہیے جبکہ جگہ کی قلّت ہو۔

iii. ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب گورداسپور میں مقیم تھے اور احمدی جماعت نزیل قادیان بہ باعث سفر میں ہونے کے نماز جمع کر کے ادا کرتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے مسئلہ پوچھا، حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ

''مقیم پوری نماز ادا کریں''

وہ اس طرح ہوتی رہی کہ جماعت کے ساتھ ڈاکٹر صاحب نماز ادا کرتے جماعت دورکعت ادا کرتی، لیکن ڈاکٹر صاحب باقی کی دورکعت بعد از جماعت ادا کرلیتے۔ ایک دفعہ حضرت اقدسؑ نے دیکھ کر کہ ڈاکٹر صاحب نے ابھی دورکعت ادا کرنی ہے فرمایا کہ:

’’ٹھہر جاؤ۔ ڈاکٹر صاحب دو رکعت ادا کر لیویں‘‘

پھر اس کے بعد جماعت دوسری نماز کی ہوئی۔ ایسی حالتِ جمع میں سنت اور نوافل ادا نہیں کیے جاتے ۔

(ملفوظات جلد چہارم ،ص 85 تا 86)

نماز ظہر کے بارہ میں حضورؑ کا طریق

فرمایا: مولوی نورالدین صاحب کو بُلاؤ کہ نماز پڑھی جاوے مولوی صاحب بُلائے گئے۔ اور ڈیڑھ بجے نماز ظہر ادا کی گئی ۔ فرض کی نماز باجماعت ادا کر کے حضرت اندر تشریف لے گئے۔

حضرت اقدسؑ کا مدام یہ اُصول ہے کہ آپ ظہر کی پہلی چار سُنتیں گھر میں ادا کر کے باہر تشریف لاتے ہیں۔ پچھلی دو سُنتیں بھی جا کر اندر پڑھتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر ادائے فرض کے بعد مسجد میں بیٹھنا منظور ہو تو پچھلی دو سُنتیں فرضوں کے بعد مسجد میں ہی ادا فرماتے ہیں۔

(ملفوظات جلد پنجم ،ص 143)

کسی اہم کام کیلئے نماز توڑنا

افریقہ سے ڈاکٹر محمد علی خاں صاحب نے استفسار کیا کہ اگر ایک احمدی بھائی نماز پڑھ رہا ہو اور باہر سے اس کا افسر

آجاوے اور دروازے کو ہلا ہلا کر اور ٹھونک ٹھونک کر پکارے اور دفتر یا دوائی خانہ کی چابی مانگے تو ایسے وقت میں اسے کیا کرنا چاہیے۔ اسی وجہ سے ایک شخص نوکری سے محروم ہو کر ہندوستان واپس چلا گیا ہے۔

جواب:۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:

ایسی صورت میں ضروری تھا کہ وہ دروازہ کھول کر چابی افسر کو دے دیتا۔ (یہ ہسپتال کا واقعہ ہے اِس لیے فرمایا) کیونکہ اگر اس کے التوا سے کسی آدمی کی جان چلی جاوے تو یہ سخت معصیت ہوگی۔ احادیث میں آیا ہے کہ نماز میں چل کر دروازہ کھول دیا جاوے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ ایسے ہی اگر لڑکے کو کسی خطرہ کا اندیشہ ہو یا کسی موذی جانور سے جو نظر پڑتا ہو ضرر پہنچتا ہو تو لڑکے کو بچانا اور جانور کو مار دینا اس حال میں کہ نماز پڑھ رہا ہے گناہ نہیں ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی، بلکہ بعضوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ گھوڑا کھل گیا ہو تو اُسے باندھ دینا بھی مفسدِ نماز نہیں ہے۔ کیونکہ وقت کے اندر نماز تو پھر بھی پڑھ سکتا ہے۔

نوٹ: یاد رکھنا چاہیے کہ اشد ضرورتوں کیلئے نازک مواقع پر یہ حکم ہے ۔ یہ نہیں کہ ہر ایک قسم کی رفع حاجت کو مقدّم رکھ کر

نماز کی پرواہ نہ کی جاوے اور اسے بازیچہ طفلاں بنادیا جاوے ورنہ نماز میں اشغال کی سخت ممانعت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک دل اور نیّت کو بخوبی جانتا ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم ،ص 193 تا 194)

نماز میں امام

ذکر ہوا کہ چکڑالوی کا عقیدہ ہے کہ نماز میں امام آگے نہ کھڑا ہو۔ بلکہ صف کے اندر ہو کر کھڑا ہو۔ فرمایا:

امام کا لفظ خود ظاہر کرتا ہے کہ وہ آگے کھڑا ہو۔ یہ عربی لفظ ہے اور اس کے معنیٰ ہیں وہ شخص جو دوسرے کے آگے کھڑا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ چکڑالوی زبانِ عربی سے بالکل جاہل ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم ،ص 166)

ایک مسجد میں دو جُمعے

سوال پیش ہوا کہ بعض مساجد اس قسم کی ہیں کہ وہاں احمدی اور غیر احمدی کو اپنی جماعت اپنے امام کے ساتھ الگ الگ کرا لینے کا اختیار قانوناً یا باہمی مصالحت سے حاصل ہوتا ہے تو ایسی جگہ جمعہ کے واسطے کیا کیا جاوے؟ کیونکہ ایک مسجد میں دو جمعے جائز

نہیں ہو سکتے۔

فرمایا: جو لوگ تم کو کافر کہتے ہیں اور تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے وہ تو بہرحال تمہاری اذان اور تمہاری نماز جمعہ کو اذان اور نماز سمجھتے ہی نہیں اس واسطے وہ تو پڑھ ہی لیں گے اور چونکہ وہ مومن کو کافر کہہ کر بموجب حدیث خود کافر ہو چکے ہیں۔ اس واسطے تمہارے نزدیک بھی ان کی اذان اور نماز کا عدم وجود برابر ہے۔ تم اپنی اذان کہو اور اپنے امام کے ساتھ اپنا جُمعہ پڑھو۔ (ملفوظات جلد پنجم: 215)

غلطی سے امام سے پہلے سلام پھیر دیا

نمازِ مغرب میں آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے پیش امام صاحب کی آواز آخری صفوں تک نہ پہنچ سکنے کے سبب درمیانی صفوں میں سے ایک شخص حسب معمول تکبیر کی با آوازِ بلند تکرار کرتا جاتا تھا۔ آخری رکعت میں جب سب التحیّات بیٹھے تھے اور دُعائے التحیّات اور دُرود شریف پڑھ چکے تھے اور قریب تھا کہ پیش امام صاحب سلام کہیں مگر ہنوز انہوں نے سلام نہ کہا تھا کہ درمیانی مکبّر کو غلطی لگی اور اس نے سلام کہہ دیا۔ جس پر آخری صفوں کے نمازیوں نے بھی سلام کہہ دیا اور بعض نے

سُنتیں بھی شروع کردیں کہ اِمام صاحب نے سلام کہا اور درمیانی مکبّر نے جو اپنی غلطی پر آگاہ ہو چکا تھا دوبارہ سلام کہا۔ اس پر ان نمازیوں نے جو پہلے سے سلام کہہ چکے تھے اور نماز سے فارغ ہوچکے تھے مسئلہ دریافت کیا کہ آیا ہماری نماز ہوگئی یا ہم دوبارہ نماز پڑھیں؟

صاحبزادہ میاں محمود احمدصاحب نے جو خود بھی پچھلی صفوں میں تھے اور امام سے پہلے سلام کہہ چکے تھے۔فرمایا کہ: یہ مسئلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا جا چکا ہے اور حضرتؑ نے فرمایا کہ:

''آخری رکعت میں التحیّات پڑھنے کے بعد اگر ایسا ہوجائے تو مقتدیوں کی نماز ہوجاتی ہے۔ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں'' (ملفوظات جلد پنجم ،ص214)

قضاء نماز

ایک شخص نے سوال کیا کہ چھ ماہ تک تارکِ صلوٰۃ تھا۔ اب میں نے توبہ کی ہے۔کیا وہ سب نمازیں اب پڑھوں؟

فرمایا! ''نماز کی قضاء نہیں ہوتی۔اب اس کا علاج توبہ ہی کافی ہے''۔ (ملفوظات جلد پنجم ،ص 479)

تعداد رکعات

پوچھا گیا کہ نمازوں میں تعداد رکعات کیوں رکھی ہے؟

فرمایا:

''اس میں اللہ تعالیٰ نے اور اسرار رکھے ہیں۔ جو شخص نماز پڑھے گا وہ کسی نہ کسی حد پر تو آخر رہے گا ہی۔ اور اسی طرح ہر ذکر میں بھی ایک حد تو ہوتی ہے لیکن۔ وہ حد وہی کیفیت اور ذوق وشوق ہوتا ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ جب وہ پیدا ہوجاتا ہے تو وہ بس کرجاتا ہے۔

دوسرے یہ بات حال والی ہے قال والی نہیں۔ جو شخص اس میں پڑتا ہے وہی سمجھ سکتا ہے۔ اصل غرض ذکر الٰہی سے یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے اور اسے اپنے سامنے دیکھتا رہے اس طریق پر وہ گناہوں سے بچا رہے گا۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک تاجر نے ستّر ہزار کا سودا لیا اور ستر ہزار کا دیا مگر وہ ایک آن میں بھی خدا سے جدا نہیں ہوا۔ پس یاد رکھو کہ کامل بندے اللہ تعالیٰ کے وہی ہوتے ہیں جن کی نسبت فرمایا ہے۔

لَا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ (النور:38)

جب دل خدا تعالیٰ کے ساتھ سچّا تعلق اور عشق پیدا کرلیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔ اس کی ایک کیفیت اس طریق پر سمجھ میں آسکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو تو خواہ وہ کہیں جاوے، کسی کام میں مصروف ہو مگر اس کا دل اور دھیان اسی بچہ میں رہے گا۔ اسی طرح پر جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچّا تعلق اور محبّت پیدا کرتے ہیں۔ وہ کسی حال میں بھی خدا تعالیٰ کو فراموش نہیں کرتے۔

یہی وجہ ہے کہ صوفی کہتے ہیں کہ عام لوگوں کے رونے میں اتنا ثواب نہیں جتنا عارف کے ہنسنے میں ہے۔ وہ بھی تسبیحات ہی ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے عشق اور محبّت میں رنگین ہوتا ہے۔ یہی مفہوم اور غرض اِسلام کی ہے کہ وہ آستانہ الوہیت پر اپنا سر رکھ دیتا ہے۔ (ملفوظات جلد چہارم ص 15 تا 16)

نماز کے بعد تسبیح

ایک صاحب نے پوچھا کہ بعد نماز تسبیح لیکر 33 مرتبہ اللہ اکبر وغیرہ جو پڑھا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا:

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ حسب مراتب ہوا کرتا تھا اور

اسی حفظ مراتب نہ کرنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو مشکلات پیش آئی ہیں اور انہوں نے اعتراض کردیا ہے کہ فلاں دو احادیث میں باہم اختلاف ہے، حالانکہ اختلاف نہیں ہوتا بلکہ وہ تعلیم بلحاظ محل اور موقعہ کے ہوتی تھی۔ مثلاً ایک شخص آنحضرتﷺ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ نیکی کیا ہے؟ آنحضرتﷺ کو معلوم ہے کہ اس میں یہ کمزوری ہے کہ ماں باپ کی عزّت نہیں کرتا۔ آپؐ نے فرمایا کہ نیکی یہ ہے کہ تو ماں باپ کی عزّت کر۔ اب کوئی خوش فہم اس سے یہ نتیجہ نکال لے کہ بس اور تمام نیکیوں کو ترک کردیا جاوے یہی نیکی ہے۔ ایسا نہیں۔ اسی طرح تسبیح کے متعلق بات ہے۔ قرآن شریف میں تو آیا ہے۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (انفال: 46)

اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرو تا کہ فلاح پاؤ۔

اب یہ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا نماز کے بعد ہی ہے تو 33 مرتبہ تو کثیر کے اندر نہیں آتا۔ پس یاد رکھو کہ 33 مرتبہ والی بات حسب مراتب ہے، ورنہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو سچے ذوق اور لذّت سے یاد کرتا ہے اُسے شمار سے کیا کام وہ تو بیرون از شمار یاد کرے گا۔

ایک عورت کا قصّہ مشہور ہے کہ وہ کسی پر عاشق تھی۔

اس نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ تسبیح ہاتھ میں لیے ہوئے پھر رہا ہے۔ اس عورت نے اُس سے پُوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ میں اپنے یار کو یاد کرتا ہوں۔ عورت نے کہا کہ یار کو یاد کرنا اور پھر ِگن ِگن کر؟..... (ملفوظات جلد چہارم، ص 14)

☆...... جب انسان میں اللہ تعالیٰ کی محبت جوش زن ہوتی ہے تو اس کا دل سمندر کی طرح موجیں مارتا ہے۔ وہ ذکر الٰہی کرنے میں بے انتہا جوش اپنے اندر پاتا ہے۔ اور پھر گن کر ذکر کرنا تو کُفر سمجھتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عارف کے دل میں جو بات ہوتی ہے اور جو تعلق اپنے محبوب و مولیٰ سے اُسے ہوتا ہے وہ کبھی روا رکھ سکتا ہی نہیں کہ تسبیح لے کر دانہ شماری کرے۔ کسی نے کہا ہے ؂من کا منکا صاف کر۔

انسان کو چاہیے کہ اپنے دل کو صاف کرے اور خدا تعالیٰ سے سچّا تعلق پیدا کرے۔ تب وہ کیفیت ہوگی اور ان دانہ شماریوں کو ہیچ سمجھے گا۔

(ملفوظات جلد چہارم، ص 15)

تہجد کی نماز کا طریق

میرا یہ مذہب ہرگز نہیں کہ آنحضرت ﷺ اُٹھ کر فقط قرآن شریف پڑھ لیا کرتے تھے اور بس میں نے ایک دفعہ یہ بیان کیا

تھا کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو یا کوئی اور ایسی وجہ ہو کہ وہ تہجد کے نوافل ادا نہ کر سکے تو وہ اُٹھ کر استغفار، دُرود شریف اور الحمد شریف ہی پڑھ لیا کرے۔ آنحضرت ﷺ ہمیشہ نوافل ادا کرتے۔

آپ ﷺ کثرت سے گیارہ رکعت پڑھتے۔ آٹھ نفل اور تین وتر۔ آپ ﷺ کبھی ایک ہی وقت میں ان کو پڑھ لیتے اور کبھی اِس طرح سے ادا کرتے کہ دو رکعت پڑھ لیتے اور پھر سوجاتے اور پھر اُٹھتے اور دو رکعت پڑھ لیتے اور سوجاتے۔ غرض سو کر اور اُٹھ کر نوافل اُسی طرح ادا کرتے جیسا کہ اب تعامل ہے اور جس کو اب چودھویں صدی گزر رہی ہے۔

(ملفوظات جلد سوم، ص 461)

تہجّد کی تاکید

تہجّد میں خاص کر اُٹھو اور ذوق اور شوق سے ادا کرو۔ درمیانی نمازوں میں بہ باعث ملازمت کے ابتلا آجاتا ہے رزّاق اللہ تعالیٰ ہے۔ نماز اپنے وقت پر ادا کرنی چاہیے ظہر اور عصر کبھی کبھی جمع ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ضعیف لوگ ہوں گے، اس لیے یہ گنجائش رکھ دی، مگر یہ گنجائش تین کے جمع

کرنے میں نہیں ہوسکتی۔

(ملفوظات جلد اوّل ،ص 4)

☆ حضرت اقدسؑ نے ..... جماعت کو بڑی تاکید کی کہ تیاری کرو ...... نمازوں میں عاجزی کرو۔ تہجد کی عادت ڈالو۔ تہجد میں رو رو کر دُعائیں مانگو کہ خدا تعالیٰ گڑگڑانے والوں اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔ ہمارے مبارک امام علیہ السلام بھی بار بار یہی وصیت فرماتے ہیں کہ جماعت متقی بن جاوے اور نمازوں میں خشوع وخضوع کی عادت کریں۔ اور ایک روز بڑے درد سے فرمایا کہ اصلاح وتقویٰ پیدا کریں۔ ایسانہ ہوتم میری راہ میں روک بن جاؤ۔

(ملفوظات جلد اوّل،ص 153)

نماز کے آخر میں السلام علیکم کہنے کی حکمت

بعض صوفیوں نے لکھا ہے کہ صحابہ جب نمازیں پڑھا کرتے تھے تو انھیں ایسی محویت ہوتی تھی کہ جب فارغ ہوتے تو ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ سکتے تھے۔ جب انسان کسی اور جگہ سے آتا ہے تو شریعت نے حکم دیا ہے کہ وہ آکر السلام علیکم کہے۔ نماز سے فارغ ہوتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے کہنے کی حقیقت یہی

ہے کہ جب ایک شخص نے نماز کا عقد باندھا اور اللہ اکبر کہا تو وہ گویا اس عالم سے نکل گیا اور ایک نئے جہان میں جا داخل ہوا۔ گویا ایک مقام محویت میں جا پہنچا۔ (تفسیر سورۃ البقرۃ ،ص57)

نماز تراویح

اکمل صاحب آف گولیکی نے بذریعہ تحریر حضرت سے دریافت کیا کہ رمضان شریف میں رات کو اُٹھنے اور نماز پڑھنے کی تاکید ہے۔ لیکن عموماً محنتی مزدور زمیندار لوگ جو ایسے اعمال بجالانے میں غفلت دکھاتے ہیں اگر اوّل شب میں ان کو گیارہ رکعت تراویح بجائے آخر شب کے پڑھا دی جاویں تو کیا یہ جائز ہوگا؟ حضرت اقدس علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

کچھ ہرج نہیں پڑھ لیں

(ملفوظات جلد پنجم ،ص 62)

ایک شخص نے سوال کیا ماہ رمضان میں نماز تراویح آٹھ رکعت باجماعت قبل خُفتن مسجد میں پڑھنی چاہیے یا کہ پچھلی رات کو اُٹھ کر اکیلے گھر میں پڑھنی چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

’’نماز تراویح کوئی جدا نماز نہیں۔ دراصل نماز تہجد کی آٹھ رکعت کو اوّل وقت پڑھنے کا نام تراویح ہے اور یہ ہر

دوصورتیں جائز ہیں جو سوال میں بیان کی گئی ہیں آنحضرت ﷺ نے ہر دو طرح پڑھی ہیں لیکن اکثر عمل آنحضرت ﷺ کا اس پر تھا کہ آپ پچھلی رات کو گھر میں اکیلے یہ نماز پڑھتے تھے‘‘

(ملفوظات جلد پنجم ،ص 369)

امام الصلوٰۃ کے لیے ہدایت

کسی شخص نے ذکر کیا کہ فلاں دوست نماز پڑھانے کے وقت بہت لمبی سورتیں پڑھتے ہیں۔ فرمایا:

’’امام کو چاہیے کہ نماز میں ضُعفاء کی رعایت رکھے‘‘

(ملفوظات جلد چہارم ،ص 264)

قیام کی حالت میں حسنات دارین کی دُعا

دارلامان قادیان سے بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع مِلی ہے کہ ہماری جماعت ہر نماز کی آخری رکعت میں بعد رکوع مندرجہ ذیل دُعا بکثرت پڑھے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار

(البقرۃ : 202)

(ملفوظات جلد اوّل ،ص 6)

بہترین دُعا

بہترین دُعا وہ ہوتی ہے جو جامع ہو تمام خیروں کی اور مانع ہو تمام مضرات کی اس لیے اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ کی دُعا میں آدمؑ سے لیکر آنحضرت ﷺ تک کے کل منعم علیھم لوگوں کے انعامات کے حصول کی دُعا ہے۔ اور غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡن میں ہر قسم کی مضرتوں سے بچنے کی دُعا ہے۔ چونکہ مغضوب سے مُراد یہود اور ضالین سے مُراد نصاری بالا تفاق ہیں تو اس دُعا کی تعلیم کا منشا صاف ہے کہ یہود نے جیسے بے جا عداوت کی تھی۔ مسیح موعود کے زمانہ میں مولوی لوگ بھی ویسا ہی کریں گے۔ اور حدیثیں اس کی تائید کرتی ہیں یہاں تک کہ وہ یہودیوں کے قدم بقدم چلیں گے۔

(ملفوظات جلد سوم ،ص 309)

مساجد کی اصل زینت

دہلی کی جامع مسجد کو دیکھ کر فرمایا کہ:

’’مسجدوں کی اصل زینت عمارتوں کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ان نمازیوں کے ساتھ ہے جو اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ ورنہ یہ سب مساجد ویران پڑی ہوئی ہیں۔ رسول کریم

ﷺ کی مسجد چھوٹی سی تھی کھجور کی چھڑیوں سے اس کی چھت بنائی تھی اور بارش کے وقت چھت میں سے پانی ٹپکتا تھا۔ مسجد کی رونق نمازیوں کے ساتھ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے وقت میں دنیا داروں نے ایک مسجد بنوائی تھی۔ وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے گرادی گئی۔ اس مسجد کا نام مسجد ضرار تھا۔ یعنی ضرر رساں۔ اس مسجد کی زمین خاک کے ساتھ ملا دی گئی تھی۔ مسجدوں کے واسطے حکم یہ ہے کہ تقویٰ کے واسطے بنائی جائیں۔"

(ملفوظات جلد چہارم، ص 491)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعودؑ نماز میں آمین بالجہر نہ کرتے تھے لیکن کرنے والوں کو روکتے بھی نہ تھے۔ رفع یدین نہ کرتے تھے لیکن کرنے والوں کو روکتے نہ تھے۔ بسم اللہ بالجہر نہ پڑھتے تھے لیکن پڑھنے والوں کو روکتے بھی نہ تھے۔ ہاتھ سینے پر باندھتے تھے لیکن نیچے باندھنے والوں کو نہ روکتے تھے۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم جو سالہا سال تک آپ کی نماز میں پیش امام رہے اور جن کو خدا کی پاک وحی میں لیڈر کا خطاب ملا تھا ہمیشہ بسم اللہ اور آمین بالجہر کرتے اور فجر و مغرب اور عشاء میں بالجہر قنوت پڑھتے اور گاہے گاہے رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کی (بیت الذکر) میں اِن امور کو موجبِ اختلاف نہ گردانا جاتا تھا۔ جو احباب کرتے تھے اُن کو کوئی روکتا نہ تھا جو نہ کرتے تھے اُن سے کوئی اصرار نہ کرتا تھا کہ ایسا ضرور کرو۔ (الفضل، 3 جنوری 1931ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز فرماتے ہیں:

ایک اور اہم بات اور یہ بھی میرے نزدیک انتہائی اہم باتوں میں سے ایک ہے بلکہ سب سے اہم بات ہے کہ بچوں کو پانچ وقت نمازوں کی عادت ڈالیں کیونکہ جس دین میں عبادت نہیں وہ دین نہیں۔ اس کی عادت بچوں کو ڈالنی چاہئے اور اس کے لیے سب سے بڑا والدین کا اپنا نمونہ ہے۔ اگر وہ خود نمازی ہوں گے تو بچے بھی نمازی بنیں گے نہیں تو صرف ان کی کھوکھلی نصیحتوں کا بچوں پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

(الفضل انٹرنیشنل 22 اگست 2003ء)

نماز

مُنکِر و فَحشَا سے انساں کو بچاتی ہے نماز
رحمتیں اور برکتیں ہمراہ لاتی ہے نماز

ابتدا سے انتہا تک ہے سراسر یہ دعا
آدمی کو حق تعالیٰ سے ملاتی ہے نماز

ذِکر و شکر اللہ کا ہے۔مومن کا ہے معراج یہ
پنج وقتہ وصل کے ساغر پلاتی ہے نماز

ہے توجہ اور تَضَرُّع اور تَبَتُّل اور خُشوع
رنگ کیا کیا طالبِ حق پر چڑھاتی ہے نماز

پاکبازی اور طہارت وقت کی پابندیاں
قدر دانوں کو سبق ایسے پڑھاتی ہے نماز

زندگی ہے۔نخلِ ایماں کی یہی آبِ حیات
موت ہے،ضائع اگر کوئی بھی جاتی ہے نماز

اے خدا ہم کو عطا کر اور ہماری نسل کو
نعمتیں اور بخششیں جو جو بھی لاتی ہے نماز

حضرت مسیح موعود نے اپنا اور اپنی جماعت کا شناختی نشان نماز کو قرار دیا ہے۔

(ظہور آمدِ موعود،ص55)

دعائے ابراہیم

ترجمہ:

اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسلوں کو بھی۔اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول کر۔

(سورۃ ابراہیم،آیت 41)

نام کتاب	الصلوٰۃ مُخ العبادہ
شمارہ	92
طبع	اول
تعداد	1000

نماز

مُنکِر و فَحشَا سے انساں کو بچاتی ہے نماز
رحمتیں اور برکتیں ہمراہ لاتی ہے نماز
ابتدا سے انتہا تک ہے سراسر یہ دعا
آدمی کو حق تعالیٰ سے ملاتی ہے نماز
ذِکر و شکر اللہ کا ہے ۔ مومن کا معراج یہ ہے
پنج وقتہ وصل کے ساغر پلاتی ہے نماز
ہے توجہ اور تَضَرُّع اور تَبَتُّل اور خُشوع
رنگ کیا کیا طالبِ حق پر چڑھاتی ہے نماز
پاکبازی اور طہارت وقت کی پابندیاں
قدر دانوں کو سبق ایسے پڑھاتی ہے نماز
زندگی ہے ۔ نخلِ ایماں کی یہی آبِ حیات
موت ہے ، ضائع اگر کوئی بھی جاتی ہے نماز
اے خدا ہم کو عطا کر اور ہماری نسل کو
نعمتیں اور بخششیں جو جو بھی لاتی ہے نماز